مکمل ناول

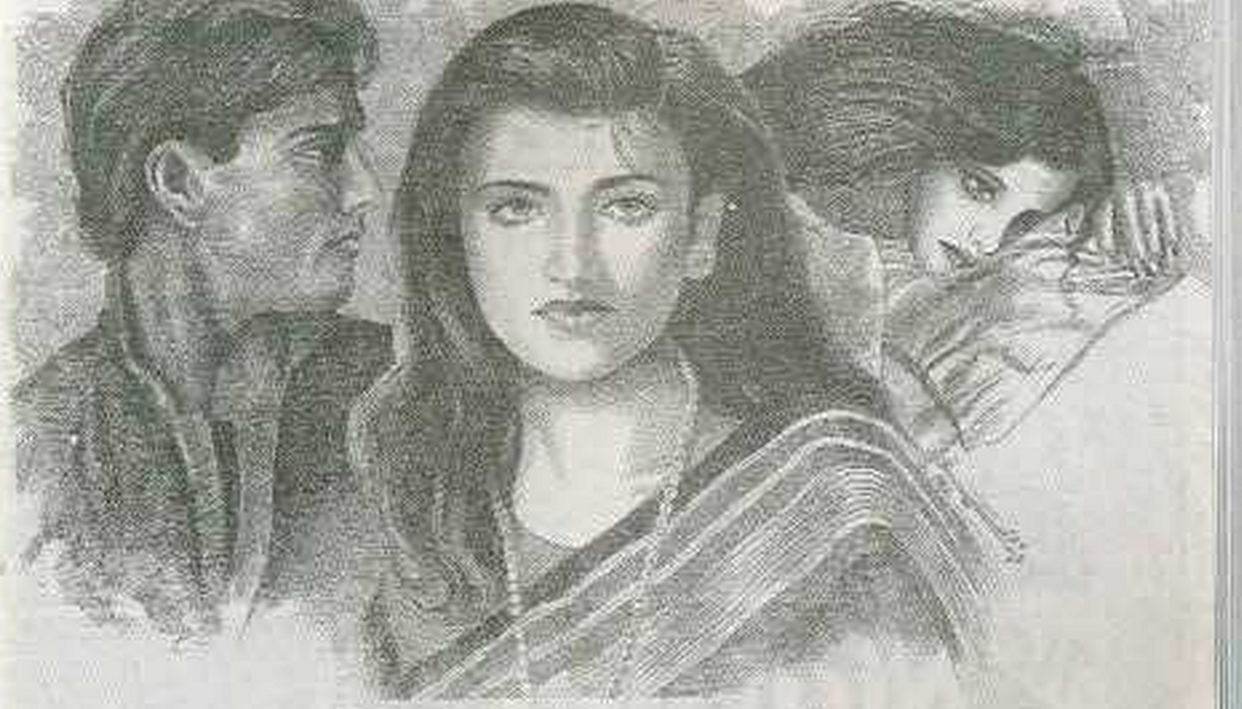

مریم عزیز

ہم سے ہیں سلسلے

www.pkdigest.com

"امی!" درد کے مارے وہ کراہ اٹھی تھی۔ شگفتہ جو بڑے انہماک سے اس کے سر میں تیل لگانے کے بعد اب مساج کر رہی تھیں۔ اس کی دہائی پر رک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"امی! یہ میرا سر ہے اور سر پر یہ جو بال اگے ہیں' وہ بہت نازک ہیں اور جس طرح آپ میرے نازک بالوں کے ساتھ دھینگا مشتی کر رہی ہیں' بال لمبے ہونے کے بجائے آپ کے ہاتھ میں آجائیں گے اور یہ جو ایک دنیا میرے لمبے بالوں پر فدا ہے' میری ٹنڈ دیکھ کر بھاگ جائے گی۔" اس کا انداز اتنا دکھی تھا کہ پاس بیٹھی سعدیہ کی ہنسی نکل گئی۔

"ہی ہی۔ بڑی ہنسی آرہی ہے۔ ذرا مجھے آزاد ہونے دو' تمہاری بتیسی توڑ کر تمہارے ہاتھوں میں دیتی ہوں۔" اس کے جارحانہ انداز پر سعدیہ نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو کنٹرول کیا تھا۔

"اس سے کیوں لڑ رہی ہو' قصور تمہارا ہی ہے۔ کیوں بالوں میں کنگھی نہیں کرتیں' دیکھو کتنے الجھ گئے ہیں۔" انہوں نے کنگھی اس کے بالوں میں گھمائی جو کچھ فاصلہ سمیٹتے ہی بالوں کے جنگل میں الجھ گئی۔

"بس امی! چھوڑ دیں' مجھے نہیں لگوانا تیل اور کنگھی

میں خود کرا لوں گی۔"

وہ ایک دم اٹھی اور جلدی جلدی بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینے لگی' تب ہی دائیں طرف کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تھا' جہاں سے سفید ٹراوزر اور سفید شرٹ پہنے ایک ہاتھ میں بیٹ اور دوسرے میں بیگ تھامے عدیل نمودار ہوا تھا۔

"ہیلو گرلز! السلام علیکم چچی جان!" وہ اسوہ اور سعدیہ کو ہاتھ ہلاتے ہوئے شگفتہ کے سامنے جھکا۔

"جیتے رہو۔" انھوں نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومی۔

"یہ تم کہاں جا رہے ہو' کھیلنے یا پڑھنے؟" سعدیہ نے آنکھیں سکوڑ کر بیٹ اور بیگ کو دیکھا۔

"دونوں کام کرنے' پہلے کھیلوں گا پھر پڑھوں گا۔"

"ہاں پھر ہو چکی پڑھائی۔" سعدیہ نے سر جھٹک کر دوبارہ نظریں کتاب پر گاڑ دیں۔

"ہر کوئی تمہاری طرح کند ذہن نہیں ہوتا۔ سارا سارا دن کتابوں میں سر دیے رہتی ہو' پھر جا کر اتنے نمبر لیتی ہو جتنا میں دو گھنٹے میں پڑھ کر لیتا ہوں۔"

"تم!" سعدیہ کے انگلی اٹھاتے ہی شگفتہ نے اسے روک دیا۔

"اچھا چچی جان! میں چلتا ہوں۔ آج بریانی بنائیے گا۔"

وہ تیزی سے کھڑا ہوا' لیکن اسوہ کے قریب پہنچتے ہی رک گیا۔ کچھ چونک کر اس کے سر کو دیکھا اور آہستہ سے ناک اس کے سر کے قریب لے جا کر سونگھا۔ دو مرتبہ سونگھنے کے بعد اس نے ہلکا سا چکر کھایا اور زمین پر چت لیٹ گیا۔ شگفتہ جو پریشان ہو کر اٹھنے لگی تھیں۔ سعدیہ کے قہقہے پر ان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسوہ نے کھا جانے والی نظروں سے زمین پر لیٹے عدیل کو دیکھا اور دوسرے ہی پل اپنا جوتا اتار کر وہ اس کے منہ پر رکھ چکی تھی' منہ پر جوتی کا احساس ہوتے ہی وہ تڑپ کر اٹھا تھا۔ اب کی بار شگفتہ اور سعدیہ کی ہنسی کے ساتھ اس کا قہقہہ بھی شامل تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" عدیل نے کپڑے جھاڑتے ہوئے ناگواری سے اسوہ کو دیکھا۔

"تمہارے جیسوں کا یہی علاج ہے۔" بے نیازی سے بولی۔

"جیسے کو تیسا!" سعدیہ نے بھی بدلہ لیا۔

"تمھیں تو رات کو پتا چلے گا جب ہلاکو خان میتھس کا ٹیسٹ لیں گے' پھر ذرا آنا میرے پاس مدد کے لیے۔" عدیل کی دھمکی پر ایک پل میں اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے ذرا سی گردن دروازے کے اندر ڈال کر جھانکا اور کمرے میں صرف عدیل اور سعدیہ کو دیکھ کر اس کی نظریں بے ساختہ گھڑی کی طرف اٹھیں' جہاں چھ بج کر پندرہ منٹ ہو رہے تھے۔ وہ گہرا سانس لے کر اندر داخل ہوئی۔ بیٹھنے کے بعد مسکراتے ہوئے ان دونوں کا جائزہ لیا۔

"لگتا ہے آج چھٹی ہوئے پندرہ منٹ اوپر ہو چکے ہیں اور ہلاکو خان ابھی تک نہیں آئے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ تشریف لا چکے ہیں اور اپنے کمرے میں کپڑے بدل رہے ہیں۔"

"اچھا!" سعدیہ کے معلومات فراہم کرنے پر اس نے مایوسی سے کاپی کھول لی۔ کاپی کھولتے ہی اسے یاد آیا کہ اس نے ٹیسٹ تو یاد ہی نہیں کیا' اس نے بے ساختہ سر پر ہاتھ مارا۔

"کیا ہوا؟" سعدیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یار! میں نے تو ٹیسٹ یاد ہی نہیں کیا۔" اس کے منہ لٹکانے پر سعدیہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر سر جھکا لیا' جبکہ عدیل مسلسل گھورنے کے بعد بولا تھا۔

"آخر پڑھائی سے تمہارا اینٹ اور کتے والا بیر کیوں ہے؟"

"دیکھو بھئی' میرے پڑھنے کا مقصد تو صرف پاس ہونا ہوتا ہے تو کیوں آخر دن رات پاگلوں کی طرح جاگ کر پڑھائی کروں۔ مقصد تو پاس ہونا ہے' اب چاہے گریڈ آئے یا نہ آئے میرے نزدیک لڑکیوں کا زیادہ پڑھنا بالکل بے کار ہے۔ آخر میں کرنا تو ہانڈی' چولہا ہے اور آخری وجہ یہ کہ کیوں بندہ پڑھ پڑھ کر اپنا رنگ روپ خراب کرے۔"

آخر میں اس نے داد طلب نظروں سے عدیل کو دیکھا۔

"واہ کیا بات!" عدیل کی داد پر اس نے ایک بار پھر گھڑی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"اللہ کرے ہلاکو خان کو نیند آ جائے۔ ان کا پیٹ خراب ہو جائے۔ وہ باتھ روم کا رستہ بھول جائیں۔"

وہ آنکھیں بند کیے بڑے جذب کے عالم میں اپنے کام میں مشغول تھی' تب ہی کھنکارنے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سامنے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے ہلاکو خان کو دیکھ کر اس کی بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیل گئیں' جبکہ وہ ایک سخت نظر اس پر ڈال کر سعدیہ کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے تھوک نگل کر خود کو حوصلہ دیا' اس کی گھوری سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے سارے نادر خیالات وہ سن چکا ہے۔

اسوہ نے ڈرتے ڈرتے دوبارہ اس کا چہرہ دیکھ کر اپنی بے ضرر سی بددعاؤں کا ردعمل تلاش کرنے کی کوشش کی' لیکن وہ ہمیشہ کی طرح سپاٹ چہرہ لیے سعدیہ کی کاپی پر جھکا ہوا تھا۔ اپنی کوشش میں ناکام ہو کر اس نے نظریں گھمائیں جو بے ساختہ انداز میں عدیل سے جا ملیں۔ اس سے نظریں ملتے ہی عدیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلنے لگی۔ اسوہ کے منہ سے نکلنے والی گڑگڑاہٹ بے ساختہ تھی۔ مہران نے چونک کر اسوہ کو دیکھا تو عدیل کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟ پڑھنے کے وقت بھی تم لوگوں کو مذاق سوجھتا ہے۔ عدیل اپنی بک لاؤ اور اسوہ تم بھی۔" وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھے۔ عدیل کی کاپی دیکھنے کے بعد اس نے سوالیہ نظروں سے اسوہ کو دیکھا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔ مہران کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"یہ دو من کا سر ہلانے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ یہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں گز بھر کی زبان دی ہے اس کا استعمال کرو۔" عدیل کی ہنسی نکل گئی۔

"شٹ اپ عدیل!" مہران کے ڈانٹنے پر اس نے سر جھکا لیا' لیکن مسکراہٹ نے اب بھی اس کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

"میں نے تمہیں یہ ایکسرسائز سولو کرنے کو دی تھی' کہاں ہے؟" وہ ایک بار پھر اس سے مخاطب ہوا۔

"مجھے... میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔" وہ سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"یہ بات تم مجھے کل بھی بتا سکتی تھیں۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا تو مہران نے گہرا سانس لے کر خود کو کنٹرول کیا۔

"بیٹھو یہاں اور بک لاؤ۔" مہران نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا سمجھ میں نہیں آیا تھا؟" کتاب کا مطلوبہ صفحہ نکال کر اس نے اسوہ کی شکل دیکھی۔

"کچھ بھی نہیں۔" اس کے بڑی معصومیت سے جواب دینے پر کاغذ پر چلتا مہران کا ہاتھ بے ساختہ تھما تھا۔

"یہاں دماغ ہے یا بھوسا؟" مہران نے انگلی اس کے سر پر ماری تو سعدیہ اور عدیل نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی اور اب کی بار اسے غصہ آنے کے بجائے رونا آ گیا تھا۔

"مجھے امید تو نہیں تھی ہتم اچھے مارکس لو گی۔ لیکن اب تو تمہارا پاس ہونا بھی مشکل لگتا ہے' اب ایک بار کان اور آنکھیں کھول کر سنو اور دیکھو۔ میں کیا بتا رہا ہوں' ٹیکسٹ ٹائم نہیں بتاؤں گا۔"

اس نے ابھی لکھنا شروع کیا تھا جب ایک کے بعد دوسرا پانی کا قطرہ صفحے پر گرا تھا۔ اس نے کچھ چونک کر سر اٹھایا۔

www.pkdigest.com

"اب یہ کیا ہے؟" مہران نے ناگواری سے اس کے آنسوؤں کو دیکھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بس۔" آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"حد ہوتی ہے۔" مہران نے غصے سے چین کاپی پر دے مارا۔

"روز تمہارے پاس نہ پڑھنے کا بہانہ ہوتا ہے۔ کچھ کہوں تو رونا شروع ہو جاتا ہے۔ سعدیہ اور عدیل بھی تو ہیں۔ کبھی جو انہوں نے مجھے تنگ کیا ہو۔"

"آپ کو ویسے ہی میں بری لگتی ہوں۔ ظاہری بات ہے میں آپ کی سگی نہیں' وہ تو آپ کے اپنے بہن بھائی ہیں۔"

اسوہ کی بات پر کچھ لمحوں کے لیے وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اگلے لمحے جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"گیٹ آؤٹ نکل جاؤ کمرے سے۔"

اور وہ بھی ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔

"مجھے بھی نہیں پڑھنا آپ سے۔" وہ دھپ دھپ کرتی باہر نکل گئی اور دوسرے پل وہ بھی دندناتا ہوا کمرے سے باہر تھا' جبکہ عدیل اور سعدیہ حیران پریشان ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے۔

☆ ☆ ☆

دستک پر اس نے چادر سے سر نکال کر دیکھا۔ عدیل پر نظر پڑتے ہی سر پھر چادر میں گھسا لیا۔

"اسوہ! اٹھو نا؟" عدیل کے پکارنے پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو اس نے ہلکی سی چادر کھینچ کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں چادر ہٹائی۔

"اف اتنا غصہ!" عدیل نے پیچھے ہٹتے ہوئے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

"چلے جاؤ یہاں سے' ورنہ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔" اس نے واقعی اس کا سر پھاڑنے کے لیے کسی چیز کی تلاش شروع کی تھی۔

"میں نے کیا کیا ہے۔ قصور تو بھائی کا ہے۔"

"کیا کیا ہے؟ سب سے زیادہ دانت تمہارے نکل رہے تھے۔ میری بے عزتی پر تمہیں خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

"کم آن یار! اس میں بے عزتی والی کیا بات ہے۔ تم جانتی ہو بھائی پڑھائی کے معاملے میں ایسے ہی ہیں۔ وہ ہماری بھلائی کے لیے ہمیں ڈانٹتے ہیں اور جہاں تک میری بات ہے' تمہیں تو اندازہ ہے میں کتنا خوش مزاج ہوں' سیڈ سچویشن میں بھی مسکراہٹ میرے ہونٹوں سے جدا نہیں ہوتی۔ میں تو جب مروں گا پھر مسکرا رہا ہوں گا۔"

"بس بس زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں۔"

"چپ کا روزہ ٹوٹا یا نہیں؟" اسی وقت سعدیہ سیب کھاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

"جب ہر طرف امن کا جھنڈا لہرا جاتا ہے تب یہ مس فاختہ آجاتی ہے سریلے گیت گانے۔" عدیل نے سعدیہ کو دیکھ کر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اسوہ کے قریب بیٹھ گئی۔

"بھائی میرے! میں ویسے ہی لڑائی سے کوسوں دور رہتی ہوں۔"

"جو لڑائی سے دور بھاگتے ہیں وہ کم از کم صلح تو کروا دیتے ہیں۔ میں نے تم سے کتنا کہا تھا میرے ساتھ چل کر ممی کے سامنے میری سفارش کرو لیکن نہیں۔"

"مجھے پتا تھا۔ میری ضرورت نہیں پڑے گی تم خود ہی اسے منا لو گے۔ اس نے کہنے کے ساتھ سر پر ہاتھ مارا۔ میں کیا کہنے آئی تھی' لیکن تم لوگوں نے مجھے باتوں میں لگا لیا۔"

"اسوہ! تمہیں ابو بلا رہے ہیں۔"

"تایا جی آگئے۔" وہ سب بھلا کر تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔

"تایا جی!" وہ باہر سے پکارتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے دونوں بازو پھیلا دیے' ان کے ساتھ لگتے ہی وہ رونے لگی۔ پہلے تو وہ مسکرا کر

www.pkdigest.com

اس کی پشت تھپتھپاتے رہے' لیکن جب آنسو بہانے کا سلسلہ طویل ہونے لگا تو انہوں نے کچھ پریشان ہو کر اسے خود سے الگ کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔ جو بری طرح سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کسی عزیز کی شادی پر دو دن کے لیے باہر گئے تھے اور جانتے تھے ان کے بغیر وہ اداس ہوگی اور اس کے رونے کی وجہ وہ یہی سمجھ رہے تھے' لیکن اتنا شدید رد عمل اس وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔

"اسوہ! کیا ہوا بیٹا کسی نے تمہیں کچھ کہا ہے؟" ان کا اتنا پوچھنا غضب ہو گیا وہ زور زور سے رونے لگی۔

"اسوہ بتاؤ بیٹا! کس نے تمہیں کچھ کہا ہے؟"

"مہران بھائی نے۔"

"مہران نے۔" وہ حیران ہوئے۔

"جی انہوں نے مجھے کمرے سے نکال دیا اور یہ اب ہی نہیں ہوا وہ ہر بار میری انسلٹ کرتے ہیں۔ اگر وہ بڑے ہیں اور لائق ہیں یا مجھے پڑھنا اچھا نہیں لگتا' میرا کیا قصور ہے' ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں' خود کو بہت توپ چیز سمجھتے ہیں۔"

وہ جو بہت غور سے اس کی بات سن رہے تھے یکدم ہنس پڑے۔

ان کے ہنسنے پر وہ برا مان کر پیچھے ہٹ گئی تو انہوں نے دوبارہ اسے ساتھ لگا لیا۔

"تم اپنا دل برا مت کرو اور نہ رونے کی ضرورت ہے' میں کھینچتا ہوں اس گدھے کے کان۔"

"کان نہیں کھینچیے بلکہ آپ نے ان کی انسلٹ کرنی ہے' جس طرح انہوں نے میری کی ہے۔" اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ایسا نہیں کہتے بیٹا! وہ آپ سے بڑا ہے۔"

"تو اس کا کیا مطلب ہے' وہ جب چاہیں میری انسلٹ کر دیں۔ مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

"ٹھیک ہے' اب غصہ تھوک دو۔ اور اپنی تائی سے مل لو اور کچن میں دیکھو تمہاری امی یا تائی ہیں' انہیں کہو میرے لیے چائے بھیج دیں۔" وہ سر ہلاتے ہوئے

کھڑی ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ کتاب پڑھ رہے تھے جب دستک دے کر مہران اندر داخل ہوا۔

"آپ نے بلایا تھا ابو؟"

"ہاں!" انہوں نے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کل تم نے اسوہ کو ڈانٹا تھا۔"

"جی!" ان کی بات سن کر وہ حیران ہوا تھا' کیونکہ جس طرح سے انہوں نے خاص طور پر اسے بلوا بھیجا تھا۔ وہ سمجھا کوئی بہت خاص بات ہے۔ اس کی خاموشی پر وہ دوبارہ بولے۔

"وہ کہہ رہی تھی۔ تم نے اسے کمرے سے نکل جانے کو کہا۔ جانتے ہو وہ ساری رات روتی رہی۔"

اب کی بار وہ جھنجلا کر بولا تھا۔

"اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ میں اسے اپنا سگا نہیں سمجھتا' حالانکہ میں نے اس میں اور سعدیہ میں کبھی کوئی فرق نہیں کیا۔ ساری پرابلم تو یہ ہے کہ پڑھنے سے اس کی جان جاتی ہے۔"

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور ناول
بھول بھلیاں تیری گلیاں
فائزہ افتخار
قیمت ۔۔۔۔ -/500 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37- اردو بازار' کراچی۔

اس کی بات پر وہ ہلکے سے مسکرائے۔
"تو ٹھیک ہے' زیادہ پڑھ کر کرنا بھی کیا ہے۔"
ان کی بات پر وہ حیران ہوا تھا۔
"یہ آپ کہہ رہے ہیں ابو! ہماری فیملی میں سب ایک سے بڑھ کر ایک ڈگری ہولڈر ہیں' ایسے میں صرف اسوہ کا نہ پڑھنا آپ جانتے ہیں لوگ کیسی باتیں کریں گے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں۔ اسوہ کی ہمارے لیے کتنی اہمیت ہے۔ لیکن باہر کے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ اس کا باپ نہیں تھا تو تایا نے اس کو پڑھایا نہیں۔"
مہران کی کی بات ایسی تھی کہ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اسوہ سے بے تحاشا لاڈ پیار کی وجہ یہی تھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسوہ بھی محسوس کرے کہ اس کا باپ نہیں' وہ ان کے چھوٹے بھائی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ انہیں یاد تھا جب اسوہ پیدا ہوئی تو سب کتنا خوش تھے' خاص طور پر وہ اور جاوید (اسوہ کے والد) اسوہ گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ ایک وجہ تو اس کی من موہنی صورت تھی' دوسری وجہ ان کے گھر میں وہ پہلی لڑکی تھی۔ ان کے گھر کا سب سے بڑا بیٹا مہران تھا۔ اس کے سال بعد عدیل پیدا ہوا اور کچھ ماہ بعد جاوید کے گھر اسوہ پیدا ہوئی۔ اسوہ کے بعد سعدیہ کے آنے سے جیسے ہر طرف رونق ہو گئی تھی۔
شاید سب بچوں کو برابر کا پیار ملتا اگر اچانک جاوید اس دنیا سے نہ چلے جاتے' اسوہ صرف تین سال کی تھی۔ اسے تو ٹھیک طرح سے اپنا باپ یاد بھی نہ تھا اور انہوں نے اسے اتنا پیار دیا کہ کبھی اسے محسوس ہونے نہ دیا کہ اس کا سگا باپ نہیں۔ صرف اسے محسوس نہ ہو کہ اس کی زندگی میں اتنا بڑا خلا ہے' ان کی بے جا محبت نے اس کی ذات میں کئی خامیاں پیدا کر دی تھیں۔ کسی کو اجازت نہ تھی کہ کوئی اسے کچھ کہہ دے۔ جن کاموں کے لیے سعدیہ اور عدیل پر پابندیاں تھیں اسے اجازت تھی۔ سعدیہ اور عدیل کے ساتھ بھی اس کی دوستی تھی' لیکن خدا جانے مہران کو اس سے کیا بیر تھا اور کچھ ایسا ہی حال اس کا بھی تھا۔
دونوں ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے تھے۔
جبکہ انہوں نے ان دونوں کے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا۔ انہوں نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مہران کو دیکھا۔ ان کی طویل خاموشی کے بعد یوں خود کو دیکھنے پر وہ کچھ حیران ہوا' پھر مسکرا کر بولا۔
"کیا بات ہے ابو! اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"
"دیکھ رہا ہوں' میرا بیٹا ماشاء اللہ جوان ہو گیا ہے اور ہینڈسم بھی۔" ان کے انداز پر اس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"تو پھر کیا سوچا آپ نے میرے بارے میں؟" وہ شرارتی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔
"سوچ رہا ہوں تمہارے سرے کے پھول کھلا دوں۔" ان کی بات پر وہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔ "بڑا نیک خیال ہے آپ کی اس سوچ کو میں عملی جامہ ضرور پہناؤں گا' لیکن اس کے لیے دو' تین سال کا وقت دیں۔"
اس بات پر امین صاحب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔
www.pkdigest.com
"ابو! آپ جانتے ہیں میں کب سے باہر اسٹڈیز کے لیے جانا چاہتا ہوں' کچھ کالجز میں اپلائی کیا ہوا تھا کل مجھے ایک کالج سے ریپلائے آیا ہے ایک' دو ماہ میں مجھے جانا ہو گا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں شادی کے بارے میں سوچوں گا' کیونکہ یہ موقع مجھے دوبارہ نہیں ملے گا جبکہ شادی کے لیے ساری زندگی پڑی ہے۔"
"ہوں!" انہوں نے پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا' پھر کچھ سوچ کر مطمئن ہو گئے۔
"ٹھیک ہے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ بہت رات ہو گئی ہے تم جاؤ اور اسوہ کو میں سمجھا دوں گا۔ تم بھی اس سے آرام سے بات کیا کرو۔"
"جی!" وہ سر ہلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ پرسوچ انداز میں بیٹھے تھے جب ریحانہ چائے کا کپ لے کر اندر داخل ہوئیں۔
"آپ بہت چائے پینے لگے ہیں۔ اب رات کو

چائے پئیں گے تو پھر نیند کیسے آئے گی؟" کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر انہوں نے امین صاحب کی شکل دیکھی جو کسی گہری سوچ میں گم تھے۔ وہ کچھ کہے بغیر خاموشی سے بیڈ کے دوسری طرف آگئیں۔ لیٹنے کے بجائے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔ وہ جانتی تھیں ابھی خاموشی ہے' لیکن کوئی خاص بات ضرور ہے جو ابھی نہیں تو کچھ دیر بعد ضرور کریں گے' آخر اتنے سال کی رفاقت میں اتنی مزاج آشنائی تو ہو ہی گئی تھی۔
"چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" ریحانہ کے پکارنے پر وہ چونک کر سیدھے ہوئے اور چائے کا کپ اٹھا لیا۔
"ریحانہ!" کچھ دیر بعد خاموشی میں ان کی آواز ابھری تو وہ کچھ کہے بغیر ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔
"تمہیں یاد ہو گا۔ اماں نے ایک فیصلہ کیا تھا مہران اور اسوہ کے بارے میں۔"
جملے کے اختتام پر انہوں نے رک کر ریحانہ کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ لیکن وہ سپاٹ چہرہ لیے ان کی طرف متوجہ تھیں۔
"اب میں سوچ رہا ہوں اس فیصلے کا باضابطہ اعلان کر دیا جائے۔ تم شگفتہ سے بات کرو کہ وہ کیا چاہتی ہے منگنی یا نکاح؟"
اب کی بار ریحانہ چپ نہیں رہ سکیں۔ "یہ سب اچانک کیوں؟"
"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"
ان کے تیکھے انداز پر وہ جزبز ہو کر رہ گئیں۔
"بات اعتراض کی نہیں' اتنی جلدی کی ہے' جب میں آپ سے کہتی تھی کہ ان دونوں کو پتا ہونا چاہیے کہ مستقبل میں ان کا کیا رشتہ بنتا ہے تو آپ کہتے تھے کہ ابھی وہ چھوٹے ہیں' مناسب وقت پر بتاؤں گا۔ میرے خیال میں مناسب وقت تو ابھی بھی نہیں آیا۔"
"ہاں تب میرا یہی خیال تھا اور میرے حساب سے ٹھیک بھی تھا۔ اتنی چھوٹی عمر میں اگر ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ جاتی۔۔۔ اور پھر وہ رہتے بھی ایک گھر میں ہیں۔ خیر جو بات گزر گئی سو گزر گئی' اب یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں ماشاء اللہ مہران اپنی تعلیم مکمل کر چکا ہے اور اسوہ بھی اے لیول کر رہی ہے' دونوں اس قابل ہو چکے ہیں کہ اس رشتے کو سمجھ سکیں۔ میں یہ نہیں کہتا ابھی شادی کر دو' صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ بندھ جائے' مہران باہر اسٹڈیز کے لیے جانا چاہتا ہے' اس لیے بھی میں چاہتا ہوں کہ جب وہ یہاں سے جائے تو اسے پتا ہو کہ پیچھے اس کا کوئی انتظار کر رہا ہے' ورنہ وہاں کی رنگینیاں کسی کو آسانی سے اپنی طرف مائل کر سکتی ہیں۔ اس دوران اسوہ بھی اپنا گریجویشن مکمل کرے گی' اور ہمارے بچے ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے رہیں گے۔"
بات کے آخر میں ان کے چہرے پر بڑی اطمینان بھری مسکان ابھری جسے دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیں۔

☼ ☼ ☼

آہٹ پر انہوں نے چونک کر دیکھا اور دروازے میں کھڑی ریحانہ کو دیکھ کر ان کے تیزی سے چلتے ہاتھ رک گئے اور وہ مسکرا کر سیدھی ہو گئیں۔
"ارے بھابھی! وہاں کیوں کھڑی ہیں' اندر آئیں۔"
"اگر تم مصروف ہو تو میں بعد میں آجاؤں گی۔"
"نہیں بھابھی! کوئی مصروفیت نہیں' بس یہ اسوہ کا پھیلاوا سمیٹ رہی تھی۔ اتنی بڑی ہو گئی ہے لیکن حرکتیں۔۔۔" انہوں نے مسکرا کر ایسے سر جھٹکا جیسے ان کے تصور میں اس کی شرارتیں ہوں۔
"جی بھابھی!" بستر کی چادر ٹھیک کر کے وہ ریحانہ کی طرف متوجہ ہوئیں جو ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔
"ایک اہم بات کرنے آئی ہوں۔"
ان کی بات اور انداز دونوں شگفتہ کے لیے حیران کن تھے۔ اس لیے وہ کچھ چوکنا ہو گئیں۔
"رات تمہارے بھائی مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اب مہران کی شادی کر دینی چاہیے۔"
"اچھا!" انہوں نے گہرا سانس خارج کیا وہ تو نہ جانے کیا سمجھ رہی تھیں۔

"ہاں تو بھابی! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"اور اس سے بھی اچھی بات یہ ہے کہ لڑکی بھی ہماری اپنی ہے۔ تمہیں یاد ہوگا اماں نے اسوہ کے پیدا ہونے پر کیا کہا تھا؟" ریحانہ کے سوالیہ انداز پر ان کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔

"اسوہ اور مہران!" ان کے منہ سے سرگوشی کے انداز میں نکلا تو ریحانہ بے ساختہ مسکرا دیں۔

"ہاں میں اسوہ اور مہران کی شادی کی بات کر رہی ہوں۔" ان کی مسکراہٹ کے جواب میں شگفتہ مسکرا بھی نہ سکیں۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" ریحانہ کے استفسار پر ان کی نظروں کے سامنے اسوہ کا سراپا گھوم گیا۔

"بھابی! ابھی تو اسوہ بہت چھوٹی ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ بھول گئیں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کہہ رہی تھیں کہ اسوہ بڑی ہو چکی ہے۔

"ہاں تو ہم کون سا ابھی شادی کر رہے ہیں' دراصل مہران ہائر اسٹڈیز کے لیے باہر جانا چاہتا ہے تو تمہارے بھائی چاہتے ہیں جانے سے پہلے منگنی یا نکاح کر دیں' آخر کل کو بھی یہی ہونا ہے تو پھر ابھی سہی۔ اور پھر اچھا ہی ہے بچوں کو پتا چل جائے تاکہ وہ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔"

ان کی بات سے قائل ہونے کے باوجود وہ تذبذب کا شکار نظر آ رہی تھیں۔

"بھابی! اسوہ میں بچپنا بہت ہے' میرا نہیں خیال ابھی وہ شادی کی ذمہ داریاں اٹھا سکے گی۔"

"تم تو ایسی باتیں کر رہی ہو شگفتہ! جیسے اسوہ غیر لوگوں میں جا رہی ہو۔ وہ اس گھر میں اپنوں کے درمیان رہے گی' اگر بچپنا ہے تو پھر کیا ہوا۔ میں' تم' امین' مہران' عدیل' سعدیہ سب اس کے اپنے ہیں اس کو سنبھالنے والے۔"

شگفتہ کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ ابھری تو ریحانہ بھی مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔

"چلو شکر ہے تمہاری تسلی تو ہوئی' ویسے میرا نہیں خیال بچوں کو کوئی اعتراض ہوگا' لیکن پھر بھی تم اسوہ سے پوچھ لینا۔ مہران ویزے کے سلسلے میں اسلام آباد گیا ہے' چار' پانچ دن تک آئے گا' ورنہ اس سے ابھی پوچھ لیتی' لیکن میں جانتی ہوں وہ انکار نہیں کرے گا۔" وہ پریقین انداز میں کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔ "میں ذرا کچن دیکھ لوں اور ہاں اسوہ سے آج ہی پوچھ لینا۔" وہ مسکرا کر یاددہانی کرواتے ہوئے باہر نکل گئیں' جبکہ وہ وہیں بیٹھی بیٹھی ماضی میں کھو گئیں۔

☼ ☼ ☼

وہ جب کمرے میں داخل ہوئیں تو اسوہ بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑے کتاب پر جھکی تھی۔

"اسوہ!"

"جی۔" ان کے پکارنے پر وہ جھنجلائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہو؟"

"عجیب عذاب ہے یہ میتھس۔ میرا دماغ خراب تھا جو میں نے سعدیہ کے کہنے پر یہ عذاب مول لے لیا' کل میرا ٹیسٹ ہے اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" غصے سے بولتے ہوئے آخر میں اس کی آواز بھرا گئی تو شگفتہ نے مسکراتے ہوئے اسے ساتھ لگا لیا۔

"ارے پگلی! اس میں رونے والی کیا بات ہے۔ تمہارے سر آئیں گے تو ان سے سمجھ لینا۔"

"ان کی تو میں نے چھٹی کر دی۔" ان کے ساتھ لگی وہ دھیمی آواز میں بولی تو انہوں نے جھٹکے سے اسے خود سے الگ کیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کل میں نے سر سے کہہ دیا تھا' اب مجھے پڑھانے نہ آئیں۔"

وہ ان سے الگ ہو کر روٹھے پن سے بولی۔ تو ان کے ماتھے پر شکنیں نمایاں ہونے لگیں' ان کا غصہ محسوس کر کے وہ تیزی سے بولی۔

"امی! جی میں جو وہ پڑھاتے تھے میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا اس سے تو بہتر ہے میں مہران بھائی سے ہی پڑھ لیا کروں۔" اس کی بات پر ان کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"تو پہلے کیوں منع کیا تھا؟"

"وہ ڈانٹتے بہت ہیں' ہر وقت غصہ' قسم سے میں تو بور ہو جاتی ہوں۔" وہ بے زار شکل بنا کر مکھے آگے پیچھے کرنے لگی تو وہ اسوہ سے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ سوچنے لگیں۔ مسلسل خاموشی پر اسوہ نے سر اٹھا کر شگفتہ کو دیکھا جو سر جھکائے کسی سوچ میں گم تھیں۔

"امی! کیا بات ہے؟" اس کے پکارنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ "آج تمہاری تائی آئی تھیں۔" ان کے کہنے کی دیر تھی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے تائی جی دوسرے شہر سے آئی ہوں۔" بات کے اختتام پر وہ پھر ہنسنے لگی تو اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہی وہ خود بھی جھینپ کر مسکرا دیں۔

"پہلے پوری بات تو سن لیا کرو' پھر کچھ کہا کرو۔" ان کے ٹوکنے پر اس نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو روکا تھا۔

"وہ کہنے آئی تھیں کہ وہ مہران کی شادی کرنا چاہ رہی ہیں۔"

"اچھا' پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔" وہ گھر میں متوقع فنکشن کے بارے میں سوچ کر خوش ہو گئی۔

"سعدیہ اور عدیل کو پتا ہے؟" اسے ایک دم سے خیال آیا تھا۔

"پتا نہیں۔ ابھی تو بھابی نے صرف مجھ سے بات کی ہے۔"

"میں ان دونوں سے پوچھ کر آتی ہوں۔" وہ ایک دم اٹھنے لگی' جب شگفتہ نے اس کا بازو تھام کر اسے دوبارہ بٹھا لیا۔

"ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہو۔ پہلے میری پوری بات تو سن لو۔"

"سن تو لیا ہے امی! لیکن مجھے سعدیہ اور عدیل سے پوچھنے دیں کہ انہوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔"

"ان سے بعد میں پوچھ لینا' پہلے یہ تو جان لو لڑکی کون ہے۔" ان کے کہنے پر اس نے سر پر بے ساختہ ہاتھ مارا تھا۔

"ہائے میری بات تو میں پوچھنا ہی بھول گئی۔ کون ہے وہ؟" وہ آنکھوں میں اشتیاق لیے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تم۔" ان کے کہنے پر اشتیاق کی جگہ حیرت اور پھر بے یقینی نے لے لی۔ وہ اس کی آنکھوں کے سارے رنگ پڑھ رہی تھیں۔ "کیا ہوا تمہیں اچھا نہیں لگا؟" ان کے پوچھنے پر وہ بولی کچھ نہیں' صرف سر جھکا کر گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو وہ خود بولیں۔

"اسوہ! تو پھر میں تمہاری تائی کو ہاں کر دوں؟"

"امی! مجھے مہران بھائی پسند نہیں۔"

"کیوں؟"

"آپ کو پتا ہے امی! وہ کتنے غصے والے ہیں اور مجھ سے تو انہیں کوئی خاص قسم کی دشمنی ہے۔" اس کے اعتراض کی وجہ سن کر وہ ہنس پڑیں تو اس نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔ "آپ کو یہ مذاق لگ رہا ہے' میں سیریس ہوں۔"

"خیر میرے نزدیک یہ کوئی وجہ نہیں اور وہ صرف تم پر ہی غصہ نہیں کرتا' اس کا مزاج ہی ایسا ہے اور تمہاری اور مہران کی شادی کی بات آج نہیں ہوئی یہ تو تمہارے پیدا ہوتے ہی طے ہو گئی تھی۔"

وہ جو بے دلی سے ان کی بات سن رہی تھی چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"جب تم پیدا ہوئی تھیں تمہاری دادی نے تب ہی تم لوگوں کی بات طے کر دی تھی۔ ہماری مرضی تو یہی تھی کہ تم دونوں کو اس بات کا پتا ہو' لیکن تمہارے پاپا نے مناسب نہیں سمجھا' پھر وقت گزرنے کے ساتھ کسی نے کوئی بات ہی نہیں کی' میں بھولی تو نہیں تھی' لیکن میں نے دہرایا بھی نہیں تھا' میں نے سوچا جو تمہاری قسمت میں ہے وہ تمہیں مل ہی جائے گا۔ لیکن اب جب بھابی نے بات کی تو مجھے اعتراض کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں

www.pkdigest.com

تمہاری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ سب تمہیں اتنی چاؤ سے مانگ رہے ہیں' ورنہ یہ دیکھنے دکھانے کا مرحلہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے ان لڑکیوں سے پوچھو جو روز کسی نہ کسی وجہ سے ریجیکٹ ہوتی ہیں۔ پھر تم میں جو خامیاں ہیں' وہ سب کے سامنے ہیں' کم از کم کوئی اعتراض تو نہیں کرے گا کہ انہیں یہ پتا نہیں تھا۔ وہ تمہیں تمہاری خوبیوں' خامیوں سمیت اپنا رہے ہیں' سب سے بڑی بات جو میرے لیے اہم ہے وہ یہ کہ تم ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہو گی۔"

بات کے آخر میں انہوں نے پیار سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا تو وہ جو بڑے غور سے ان کی بات سن رہی تھی مسکرا دی۔

"اور کچھ کہنا ہے؟"

"وہ امی!" وہ کہتے کہتے جھجک کر رک گئی۔

"ہاں بولو بیٹا!"

"وہ امی کیا مہران بھائی کو اس بات کا پتا ہے؟" اس کی نظریں جھکی تھیں جبکہ اضطراب اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔

"ظاہر ہے اتنی بڑی بات مہران کی مرضی کے بغیر تو نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا ہوگا تو بھابھی نے بات کی ہوگی۔" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر انہیں دیکھا جس میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"ہو گئی تسلی یا کچھ اور بھی پوچھنا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا اور کتابیں سمیٹ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں۔

"کیا ہوا؟ پڑھنا نہیں؟" شگفتہ نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔

"نہیں۔ نیند آ رہی ہے۔" وہ کہنے کے ساتھ کروٹ بدل کر لیٹ گئی تو شگفتہ کے ہونٹوں پر ٹھہری مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"عدیل اور سعدیہ سے پوچھنے نہیں جانا؟" انہوں نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا تو اس نے سر مزید تکیے میں گھسا لیا۔

"اسوہ!" انہوں نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ لیٹے لیٹے بولی۔

"کل سنڈے ہے' کل پوچھ لوں گی۔"

"اچھا!" وہ اس کے سر پر چپت لگا کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کے نکلتے ہی اس نے آنکھیں کھول کر چھت کو گھورنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹ خود بخود مسکرا دیے۔

☆ ☆ ☆

"امی! ناشتا!" ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے صدا لگائی تھی۔ ریحانہ نے سبزی کاٹتے ہوئے نظریں اٹھا کر گھڑی کی طرف دیکھا جہاں ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

"نہ سلام نہ دعا۔ اٹھتے ہی تمہیں کھانے کی فکر لگ جاتی ہے۔ ٹائم دیکھ رہے ہو۔ دوپہر ہو رہی ہے' یہ ناشتے کا وقت ہے؟" انہوں نے غصے سے عدیل کو دیکھا جو پھر صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"امی پلیز! آج سنڈے ہے۔" اس کے التجائیہ انداز پر انہوں نے غصے کا ارادہ موقوف کر کے پاس بیٹھی سعدیہ سے کہا۔

"سعدیہ بیٹا! بھائی کے لیے ناشتا لے آؤ۔" اور وہ جو نوٹس میں سر دیے بیٹھی تھی۔ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"کیا ٹھونسو گے؟"

"مینیو میں کیا ہے؟"

"جوتے ہیں کھاؤ گے؟"

"تم نے کھا لیے؟" برجستہ جواب آیا تھا۔

"نہیں تمہارے لیے سنبھال کر رکھے ہیں۔"

"بہت شکریہ۔ وہ تم اپنے لیے رکھو۔ میرے لیے دو انڈے فرائی اور چھ بریڈ براؤن کر دو۔" عدیل کے مینیو پر سعدیہ کی آنکھیں پھٹنے کے قریب کھل گئی تھیں۔

"کیا کوئی اور بھی ناشتا کرنے والا ہے؟"

"نہیں کوئی اور کیوں میں نے کرنا ہے۔ یہ تو میں تمہارا لحاظ کر کے کچھ کم کہہ رہا ہوں ورنہ جب سے میں

جم جا رہا ہوں مجھے اپنی ڈائٹ کا خیال رکھنا پڑتا ہے' ذرا میرے مسلز چیک کرو۔" اچانک وہ پرجوش انداز میں اٹھ کر اسے اپنے مسلز دکھانے لگا۔

"ہونہہ!" سعدیہ سر جھٹک کر کچن میں چلی گئی۔ تو وہ صوفے سے اٹھ کر ریحانہ کے قریب آ کر لیٹ گیا۔

"اٹھ کر بیٹھو عدیل! دوپہر ہو رہی ہے اور تمہاری نیند ہی ختم نہیں ہو رہی۔" ان کے کہنے پر وہ کسلمندی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ابو نظر نہیں آ رہے؟" اس نے ارد گرد نظریں گھمائیں۔

"وہ اپنے دوستوں سے ملنے گئے ہیں۔"

"یہ اچھی رہی لوگوں کے بچے خراب ہوتے ہیں۔ یہاں معاملہ ہی الٹا ہے' لوگوں کے باپوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ بچے چھٹی کا دن گھر پہ گزاریں' یہاں بچے گھر پہ ہیں اور والد محترم دوستوں کے ساتھ۔ امی ذرا اپنے سرتاج پر نظر رکھا کریں۔" عدیل نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا تو ریحانہ نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر کے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو' کس کے بارے میں بات کر رہے ہو۔"

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا۔ سعدیہ نے پٹخنے والے انداز میں ٹرے اس کے آگے رکھی تھی۔

"لو ٹھونسو۔"

"تم نے کیا آج صبح ناشتے میں مرچیں چبائی تھیں؟" سعدیہ جواب دیے بغیر اپنے نوٹس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"امی! مہران بھائی کب آئیں گے؟"

"ہاں واقعی پورا ہفتہ ہو گیا ہے اسے گئے چار دن کا کہہ کر گیا تھا۔ فون بھی نہیں کیا اس کا انتظار ہے بڑی ضروری بات کرنی ہے۔"

"کیا امی؟" سعدیہ نے سرسری سے انداز میں پوچھا تھا لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر وہ دونوں چونک اٹھے تھے۔

"مہران سے اس کی شادی کی بات کرنی ہے۔"

"کس کی قسمت پھوٹنے والی ہے۔" عدیل ہلکی آواز میں بولا تھا لیکن پھر بھی ریحانہ نے سن لیا تھا۔

"تم جب بھی بولنا فضول بولنا۔" ان کے غصے سے بولنے پر وہ منہ نیچے کر کے ہنسنے لگا جبکہ سعدیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب آ گئی۔

"امی بھائی کی شادی کی بات ہو رہی ہے اور آپ نے ہم کو بتایا ہی نہیں۔"

"اب بتا تو رہی ہوں۔"

"بڑی مہربانی!" عدیل سر جھکائے بولا تو ریحانہ نے اسے گھورا تھا سعدیہ نے بھی ایک غصیلی نظر عدیل پر ڈال کر دوبارہ ریحانہ کو دیکھا۔

"لڑکی کون ہے۔ ہم جانتے ہیں؟" وہ اشتیاق سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"ہاں بہت اچھی طرح۔"

"کون؟" وہ دونوں ایک ساتھ بولے تھے۔

"بوجھو۔" وہ دونوں کے تاثرات کا مزہ لینے لگیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مختلف اندازے لگانے لگے۔

"امی پلیز بتائیں نا!" تھک کر سعدیہ نے خود پوچھ لیا۔

"اسوہ۔"

"کیا؟" نوالہ عدیل کے حلق میں اٹک کر رہ گیا۔ جبکہ سعدیہ کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" عدیل نے سب سے پہلے حواسوں میں آتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا!" ریحانہ نے حیرت سے عدیل کو دیکھا۔

"امی! آپ نے ان دونوں سے پوچھا بھی یا نہیں۔" سعدیہ کے پوچھنے پر انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"وہ دونوں بھی نہیں مانیں گے۔"

"اسوہ سے شگفتہ پوچھ چکی ہے۔ اسے کوئی اعتراض نہیں۔" ریحانہ کے کہنے پر ان دونوں کو دوسرا جھٹکا لگا تھا۔

اب کے ریحانہ نے غصے سے ان دونوں کو دیکھا۔

"تم لوگوں کو آخر اعتراض کس بات پر ہے؟" وہ

www.pkdigest.com

"دونوں کیوں نہیں مانیں گے کیا تمہیں اچھا نہیں لگا؟"
انہوں نے عدیل کی طرف دیکھا تو اس نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔

"ایسی بات نہیں امی! بس آپ خود سوچیں آج تک انہوں نے کبھی ایک دوسرے سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔"

عدیل کی بات سن کر وہ بے ساختہ مسکرا دیں۔

"بس اتنی سی بات میں کبھی پتا نہیں کیا بات ہے۔"

"آپ کے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہیں۔" سعدیہ نے کچھ ناراضی سے انہیں دیکھا۔

"نہیں بالکل نہیں۔" وہ اطمینان سے بولیں "کیونکہ منگنی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا مجھے صرف اسوہ کی طرف سے اندیشہ تھا لیکن وہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا جبکہ مہران کی طرف سے میں پُریقین ہوں۔"

ان کے اتنے پُریقین انداز پر وہ دونوں بھی مطمئن ہو گئے۔

☼ ☼ ☼

ایک کے بعد دوسری پھر تیسری نظر ڈالنے کے بعد اس نے مایوس ہو کر نظریں دوبارہ اپنی پلیٹ پر گاڑ دیں۔ جیسا اس نے سوچا تھا ویسا کچھ بھی نہیں تھا۔ سب نارمل تھا۔ لیکن پتا نہیں کیوں اس کے دل میں دھکڑ پکڑ ہو رہی تھی۔ جو بات کل اسے پتا چلی تھی اس نے اس کی سوچوں کا رخ بدل دیا تھا۔ لیکن یہاں تو اس نے ایک بار پھر سامنے تایا جی کو دیکھا جنہوں نے روز مرہ کی بات کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا تھا جبکہ وہ کوئی خاص جملہ ان کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ ان سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں پانی کا جگ لاتی ریحانہ پر گئیں جن کا سارا دھیان ٹیبل پر تھا۔ اس کے بعد اس نے عدیل اور سعدیہ کو دیکھا تو بے ساختہ ٹھنڈی سانس لی۔ کم از کم ان سے تو یہ امید نہیں تھی۔

"کیا پتا انہیں معلوم ہی نہ ہو۔" اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔

"اسوہ!" ریحانہ کی آواز پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" ان کے پوچھنے پر سعدیہ اور عدیل نے ایک ساتھ اسے دیکھا تو وہ سر جھکا کر نوالے توڑنے لگی۔ عدیل اور سعدیہ نے جتاتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ برتن کچن میں رکھ کر باہر نکل رہی تھی۔ جب سعدیہ نے اسے آواز دے کر باہر لان میں آنے کو کہا۔ پہلے اس نے ناراضی جتانے کے لیے سوچا کہ نہ جائے پھر خود ہی یہ جاننے کے لیے کہ وہ کچھ جانتے ہیں یا نہیں لان کی طرف چل پڑی۔ جہاں وہ دونوں اسی کے منتظر تھے۔

"زہے نصیب! آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔"

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اسوہ نے ابرو اچکا کر عدیل کو دیکھا۔

"کیوں، تمہیں نہیں پتا؟ آخر کل تم ہماری بڑی بھابھی کے عہدے پر فائز ہونے والی ہو۔"

www.pkdigest.com

عدیل کی بات پر اسے بڑے زور کی ہنسی آئی تھی لیکن ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"بڑی جلدی یاد آگیا۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولی۔

"تو تمہارا کیا مطلب ہے۔ ہم بھنگڑا ڈال کر اس بات کا اعلان کرتے۔"

"ہاں ایسا کرنے میں حرج بھی نہیں تھا۔" اسوہ کی بات پر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوا تھا اور پھر اسے کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ اسوہ نے ناگواری سے اسے دیکھا اور جب اس کی کھانسی نہیں رکی تو اس نے زور سے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔

"ذرا ملاحظہ فرمائیں۔" اس نے سعدیہ کو مخاطب کیا جو مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"محترمہ کو کتنا شوق ہے شادی کا اور ہم ان کی ہمدردی میں دبلے ہوئے جا رہے ہیں تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں تمہاری شادی مہران امین ولد امین اسلم سے طے پائی ہے جو سدا سے تمہاری جان کے دشمن

تھے اور ان کا شمار کل تک بھی تمہارے دشمنوں میں ہی ہوتا تھا پھر اچانک یہ تبدیلی؟" عدیل کے سوالیہ انداز پر وہ بے نیازی سے بولی۔

"کوئی خاص وجہ نہیں بس کہیں تو شادی کرنی ہے نا!"

"اس کا کیا مطلب ہے کہیں تو شادی کرنی ہے کیا دنیا کے سارے لڑکے ختم ہو گئے ہیں یا مہران بھائی آخری آدمی ہیں۔"

سعدیہ کے سوال پر عدیل قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"یار تم لوگ اپنے بھائی کے بارے میں کیسی باتیں کر رہے ہو۔" اسوہ نے مصنوعی افسوس سے دونوں کو دیکھا۔

"جی نہیں ہمیں اپنے بھائی سے پوری ہمدردی ہے۔ ہم انہیں تم سے بچانا چاہتے ہیں۔"

"دفع ہو جاؤ۔" عدیل کی بات پر وہ غصے سے اٹھی تو سعدیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

"مذاق چھوڑو یار! تم صحیح بتاؤ تم خوش ہو؟"

سعدیہ کے پوچھنے پر اس نے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا۔ جو بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے تو اسے بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"پتا نہیں۔ خوش ہوں یا نہیں، لیکن تسلی ضرور ہے آخر اتنے لوگوں کا یہ فیصلہ ہے تو انہوں نے سوچ سمجھ کر ہی کچھ ایسا کیا ہو گا۔ امی کے بقول یہاں سب میرے اپنے ہیں جو مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

اور اس کی نظروں میں واقعی ان دونوں کے لیے پیار تھا جسے محسوس کر کے وہ دونوں بھی مسکرا دیے تھے۔

"اور پھر بڑے اچھا ہی سوچتے ہیں اور جہاں تک میری پسند کی بات ہے میری دنیا محدود ہے۔ اس میں گنے چنے لوگ ہیں جن سے میں بہت پیار کرتی ہوں۔ امی، تایا جی، تائی جی، تم، سعدیہ اور ہاں مہران بھائی بھی۔"

سعدیہ کو منہ کھولتا دیکھ کر اس نے جلدی سے مہران کا نام لیا تو وہ دونوں مسکرا دیے لیکن ساتھ ہی عدیل نے ٹوک دیا۔

"محترمہ وہ آپ کے بھائی نہیں اب۔"

"ہاں جو بھی ہیں۔" وہ ایک دم مسکرا کر نظریں چرا گئی۔

"ارے اپنی اسوہ شرماتی بھی ہے۔" عدیل نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا تو وہ اسے گھورتے ہوئے ایک دم کھڑی ہوئی اور پھر ان کے آوازیں دینے کے باوجود وہاں رکی نہیں۔

☼ ☼ ☼

"بھائی آگئے؟" سعدیہ کی اطلاعیہ پکار پر اس کے ہاتھ میں پکڑا گلاس ہل کر رہ گیا۔

اس نے دونوں ہاتھوں میں گلاس اچھی طرح جکڑ لیا۔ اور دل۔۔۔ اس نے الگ ہی شور مچایا تھا۔ وہ آج پہلی بار تو مہران کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ لوگ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ برسوں کا ساتھ تھا۔ کبھی بھی اس نے مہران کے لیے ایسا نہیں سوچا تھا نہ ایسا محسوس کیا تھا جیسا ان چند دنوں میں محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ کچن کے دروازے میں آ کر کھڑی ہو گئی جہاں سے لاؤنج کا منظر بالکل واضح تھا۔ سب سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں مہران پر ٹھہر سی گئیں۔

آج وہ چہرہ کتنا نیا نیا الگ الگ سا لگ رہا تھا۔ کل تک یہ چہرہ اس کے لیے عام سا تھا، لیکن آج کتنا اپنا اپنا سا دل کے قریب لگ رہا تھا۔ چند دنوں کی بے ساختہ سوچ نے اس شخص کو کتنا اپنا بنا دیا تھا۔ اسے یوں لگنے لگا تھا کہ اس کا سب کچھ صرف اس کا ہی ہے۔ اس کے ہونٹ خود بخود مسکرا اٹھے اس سے پہلے کہ کسی کی نظر اس پر پڑتی اور وہ اس کے چہرے کے کھلتے رنگ اس کے دل کا بھید کھولتے وہ فوراً وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب سعدیہ اسے پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ابھی وہ

ٹھیک طرح سے اٹھی بھی نہیں تھی کہ سعدیہ نے قریب پہنچتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچنا شروع کر دیا۔ اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"آخر ہوا کیا ہے۔ کون سا طوفان آگیا ہے؟" اس کی مسلسل کھینچا تانی سے تنگ آ کر وہ جھنجلا کر بولی۔ اس کے جھنجلانے پر سعدیہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر سیدھی کھڑی ہو گئی اور سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ تم میں ایسی کیا خوبی ہے جس کی بنا پر ایک انسان بلکہ ایک ایسا انسان جس سے ہر وقت تمہاری لڑائی رہتی تھی۔ وہ کیوں تم سے شادی کرنا چاہتا ہے' بلکہ سیدھے اور آسان الفاظ میں تم اپنی تعریفیں سننا چاہتی ہو؟"

اسوہ نہ سمجھنے والے انداز میں اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں کیا فارسی بول رہی ہوں جو یوں الوؤں کی طرح دیدے پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی ہو۔"

"تم کیا انٹ شنٹ بول رہی ہو۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا۔"

اسے واقعی نیند کی وجہ سے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"امی! مہران بھائی کے کمرے میں جا رہی ہیں۔ ان کو بتانے بھی اور پوچھنے بھی۔"

سعدیہ کے بتانے پر نہ صرف اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے بلکہ آنکھیں بھی پوری کی پوری کھل گئی تھیں۔ وہ ایک دم چادر ہٹا کر کھڑی ہوئی تھی۔

"پھر؟" سعدیہ کے قریب جا کر اس نے سوال کیا تھا۔

"پھر کیا' چلو چل کر سنتے ہیں۔ ویسے بھی باہر میدان صاف ہے' سارے سو چکے ہیں۔"

سعدیہ کے آنکھیں مٹکانے پر وہ مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی۔

باہر مکمل خاموشی تھی اور دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔ شگفتہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کوریڈور سے گزر کر وہ لاؤنج میں آئے تھے جہاں مدھم سی روشنی تھی۔ تایا جی کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ دونوں دبے پاؤں چلتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔ سیڑھیوں سے آگے لمبا کوریڈور تھا جس کے آخر میں مہران کا کمرہ تھا جس کے ساتھ ٹیرس تھا جہاں سے لان اور اس کے گیٹ اور باہر کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ دل میں جانے کیوں اتھل پتھل ہو رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ انداز میں سعدیہ کا ہاتھ تھاما تھا' وہ بلیوں کی طرح دبے پاؤں آگے بڑھ رہی تھی چونک کر رکی اور غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟" سعدیہ نے سرگوشی میں اس سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"تمہارے ہاتھ کیوں اتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی تھی۔

"کم آن یار! اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے' بلکہ ابھی تو تمہیں خوشخبری ملے گی۔ یہ مہران بھائی بھی بڑے چھپے رستم ہیں' کبھی پتہ ہی نہیں چلنے دیا کہ وہ تمہیں اتنا پسند کرتے ہیں کہ شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

سعدیہ نے کہنے کے ساتھ اسے گدگدی کی تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اگلے ہی پل دونوں نے "شی" کہہ کر ایک دوسرے کو چپ کروایا تھا اور مسکراتے ہوئے آگے بڑھنے لگیں۔ کمرے کا دروازہ نیم وا تھا۔ وہ دونوں دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہو گئیں۔ اندر سے ریحانہ کی آوازیں آرہی تھیں۔

"اس دفعہ تم نے زیادہ دن نہیں لگا دیے۔"

"نہیں تو امی! ہفتے کا کہہ کر گیا تھا ایک دن پہلے ہی آگیا ہوں۔"

اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

"ہاں واقعی۔ لیکن مجھے تمہارا انتظار تھا شاید اس لیے دن زیادہ لگ رہے ہیں۔"

"اچھا وہ کیوں؟" مہران کی مسکراتی آواز پر اس نے بے ساختہ اندر جھانکا تھا۔ دروازے کے بالکل سامنے

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بالوں میں برش کر رہا تھا۔

"تم سے ایک ضروری بات کرنا تھی۔"

"جی بولیں امی۔"

"نہیں یوں نہیں۔ یہاں آکر بیٹھو اور تسلی سے بات سنو۔"

"ایسی کیا بات ہے امی!" وہ برش ٹیبل پر رکھ کر ان کے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"تمہاری فیوچر پلاننگ کیا ہیں؟"

"میں سمجھا نہیں؟" وہ کچھ حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میرا مطلب ہے تم نے اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"او اچھا!" ان کا مطلب سمجھ کر وہ مسکرایا۔

"میں جانتا ہوں۔ آپ چاہتی ہیں میں یہیں رہوں پاکستان میں' یہاں بھی مجھے اچھی جاب مل جائیں گی' لیکن امی جو چانس مجھے مل رہا ہے وہ بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ باہر جا کر پڑھنا آسان نہیں اور مجھے اتنی آسانی سے یہ موقع مل رہا ہے۔ پھر دو سال کی ہی تو بات ہے۔ واپس تو مجھے میں آنا ہے آپ کے پاس۔"

"میں سمجھتی ہوں بیٹا! اور میں ان ماؤں میں سے نہیں جو اولاد کی خوشیوں میں رکاوٹ بنیں۔ میں جانتی ہوں۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے تم نے کتنی محنت کی ہے تم باہر سے اعلا ڈگری لے کر آؤ گے تو ہم سب کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی۔ لیکن میں اس سلسلے میں نہیں کسی اور سلسلے میں تم سے بات کرنے آئی تھی۔"

"اور سلسلے میں؟" مہران نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں۔ یہ میں ہی نہیں تمہارے ابو بھی چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ خود تم سے بات کریں اور شاید کریں بھی' لیکن میں نے سوچا ایک بار میں خود تم سے پوچھ لوں۔" ان کی اتنی لمبی تمہید پر وہ کچھ پریشان ہوا تھا۔

"کیا بات ہے امی؟"

"دراصل تمہارے ابو چاہتے ہیں جانے سے پہلے تمہاری منگنی یا نکاح کر دیں۔"

"اوہ' میں سمجھا پتا نہیں کیا بات ہے۔" وہ ایک دم گہرا سانس لے کر بولا۔ "وہ تو ٹھیک ہے امی لیکن منگنی کرنے کے لیے کسی لڑکی کا ہونا بھی تو ضروری ہے۔"

اس کی مسکراتی ہوئی آواز پر باہر کھڑی اسوہ کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"لڑکی ہے نا اور تم جانتے بھی ہو۔" ریحانہ نے بے اختیار خوش ہو کر کہا۔

"اچھا کون؟" مہران کی پر اشتیاق آواز پر اسوہ اور سعدیہ نے بے ساختہ اندر جھانکا۔

"اسوہ!" کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ مہران کی دروازے کی طرف پشت تھی وہ دونوں اس کے تاثرات نہیں جان سکیں' جبکہ ریحانہ کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا جو مہران کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔

"کیا کہا آپ نے؟" مہران کی آواز میں کچھ ایسا تھا جو اسوہ کو ٹھیک نہیں لگا تھا۔

"یہی کہ ہم سب چاہتے ہیں کہ جانے سے پہلے تمہارا اور اسوہ کا نکاح ہو جائے۔"

"یہ ممکن نہیں۔" کافی دیر بعد مہران کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیوں مہران؟" ریحانہ تیزی سے بولیں۔

"کیوں کا کیا مطلب ہے امی' بس یہ نہیں ہو سکتا۔"

"آخر کوئی وجہ تو ہو۔"

"کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ مجھے پسند نہیں۔" اور اسوہ کو لگا جیسے فضا میں یکدم گھٹن بڑھنے لگی ہے۔

"ناپسندیدگی کی وجہ؟"

"کوئی وجہ نہیں۔" وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا تو سعدیہ ایک دم پیچھے ہٹی اور نظریں بے ساختہ اسوہ پر پڑیں' جو دیوار کے ساتھ ساکت کھڑی تھی۔ سعدیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے لے جانا چاہا' لیکن اس نے سختی سے

اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

"ہم نے تو کہہ دیا کوئی وجہ نہیں، لیکن تمہارا باپ مجھ سے وجہ پوچھے گا۔ وہ یہ بات سب سے کر چکے ہیں، شگفتہ بھی جانتی ہے۔ بچے بھی جانتے ہیں، حتیٰ کہ اسوہ کو بھی پتا ہے۔" ان کی بات پر وہ غصے سے ان کی طرف مڑا تھا۔

"اگر اسے پتا ہے تو کون سا طوفان آگیا ہے۔ آپ سب سے کہہ دیں کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اور ویسے بھی میرا ابھی شادی کا کوئی ارادہ نہیں اور جب مجھے شادی کرنا ہو گی تب بھی وہ لڑکی اسوہ نہیں ہو گی۔"

"لیکن مہران آخر حرج کیا ہے، گھر کی بچی ہے۔ نیک ہے، خوبصورت....."

"لیکن پھر بھی مجھے پسند نہیں، وہ بہت بدتمیز اور زبان دراز ہے۔ مجھے ایسی لڑکیاں بالکل پسند نہیں اور پھر میرا اور اس کا مینٹل لیول بھی میچ نہیں کرتا۔ مجھے ایسی لڑکی سے شادی کرنی ہے جو ذہین ہو اور سافٹ اسپوکن ہو، جبکہ اسوہ نہ تو اسے پڑھنے کا شوق ہے اور نہ ہی بات کرنے کی تمیز ہے۔"

مہران کے لہجے میں بے زاری ہی بے زاری تھی۔

"مہران! تم جانتے ہو اپنے ابو کو اور یہ بھی کہ وہ اسوہ سے کتنا پیار کرتے ہیں اور اسوہ اور تمہاری شادی کی بات آج کی نہیں بلکہ تمہارے بچپن سے طے ہے۔"

ان کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"آپ کون سی صدی کی بات کر رہی ہیں امی! آج کے دور میں جہاں بچے کا بیڈ روم بھی اس کی مرضی سے سیٹ کیا جاتا ہے۔ وہاں آپ ایک جیتے جاگتے باشعور انسان کی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ اس کی مرضی کے بغیر کرنا چاہتی ہیں۔ شادی کوئی ایک دن کا کھیل نہیں، ساری زندگی کا جوا ہے۔ مجھے اسوہ ویسے ہی پسند نہیں تو بیوی کے روپ میں اسے دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اس کا انداز قطعیت لیے ہوئے تھا۔ اسوہ نے پورا زور لگا کر خود کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام رہی، یوں لگتا تھا جیسے اس کی ٹانگوں میں جان ہی نہ رہی ہو۔ کچھ دیر کے بعد ریحانہ کی آواز سنائی دی۔

"میں تو سمجھ رہی تھی سب ٹھیک ہو جائے گا، لیکن۔ کیا تم کسی اور کو پسند کرتے ہو؟"

یہی سوال سعدیہ اور اسوہ کے دلوں میں تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں، نہ میں کسی کو پسند کرتا ہوں، لیکن اگر کسی کو پسند کروں گا تو وہ کم از کم اسوہ نہیں ہو گی۔" معاملہ ان کی سوچ کے بالکل برعکس تھا۔ سعدیہ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے اسوہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ بالکل سفید پڑ گیا تھا وہ ایک ٹک سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

سعدیہ کو لگا اگر وہ مزید یوں کھڑی رہی تو شاید گر جائے گی۔ اس نے اس کا بازو تھام کر کھینچا تو وہ روبوٹ کی طرح اس کے ساتھ چلنے لگی، کمرے میں پہنچ کر اسوہ چپ چاپ بیڈ پر بیٹھ گئی جبکہ اس کے دائیں پہلو میں سعدیہ بالکل ساکت بیٹھی تھی۔

کتنے ہی تکلیف دہ لمحے خاموشی میں گزر گئے۔ تھک کر سعدیہ نے ہی رخ بدل کر اسوہ کو دیکھا جو بالکل ساکت بیٹھی گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ دھچکا تو اسے بھی لگا تھا، لیکن جتنا صدمہ اسوہ کو ہوا تھا اس کا اندازہ وہ کر سکتی تھی۔ اس نے اسوہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی کے لیے کچھ کہنا چاہا، لیکن اس سے پہلے ہی اسوہ کی آواز سنائی دی۔

"پلیز سعدیہ! نہ میں اس وقت کچھ سننا چاہتی ہوں اور نہ کہنا۔ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"

اس کا لہجہ اتنا اجنبی تھا کہ سعدیہ کا ہاتھ بے ساختہ اس کے کندھے سے ہٹ گیا۔ کچھ دیر وہ ایسے ہی بیٹھی رہی، پھر اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

سارے گھر میں خاموشی سی چھا گئی تھی۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چراتا پھر رہا۔ مہران سارا دن کا نکلا رات کو دیر گئے واپس آیا اور اسوہ اس نے اس بات کا اتنا اثر لیا تھا کہ بخار ہو گیا جو اترنے کا نام نہیں لے

رہا تھا۔ آخر امین صاحب نے اس سے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ سر جھکائے ان کے سامنے بیٹھا تھا، لیکن وہ محسوس کر سکتے تھے کہ اسے اپنے فیصلے پر نہ اسے کوئی افسوس ہے اور نہ کوئی پشیمانی۔

"میں تمہارے اس فیصلے کی وجہ جان سکتا ہوں؟" کمرے کی خاموشی میں امین صاحب کی بھاری آواز گونجی تو اس نے اسی طرح نظریں جھکائے جواب دیا۔

"میں امی کو بتا چکا ہوں۔"

"لیکن میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش رہا۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں مہران!"

اب کی بار اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"ابو! نہ تو میں بدتمیزی کر رہا ہوں اور نہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ میرا جواب آپ کی مرضی کے مطابق نہیں اس لیے وہ آپ کو میری بدتمیزی لگے گا۔"

اس کی بات اور انداز دونوں انہیں غصہ دلانے کے لیے کافی تھے، لیکن فی الحال انہوں نے خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اور جب شادی کروں گا تو وہ لڑکی کم از کم اسوہ تو نہیں ہو گی۔"

"کیوں!" انہوں نے بڑے ضبط سے پوچھا تھا۔

"میں امی کو وجہ بتا چکا ہوں، لیکن آپ کو بھی بتا دیتا ہوں میرے اور اس کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے کبھی اس کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا۔"

"اچھی بات ہے، شریف لڑکے ایسا کرتے بھی نہیں لیکن اب جبکہ یہ ہماری خواہش ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟ تم مجھے کہتے تھے ہمارے سلوک میں کوئی کمی آئی تو لوگ کیا کہیں گے اب لگتا ہے تم خود ہی اس بات کو بھول گئے ہو۔ ہم شگفتہ سے بھی بات کر چکے ہیں، حتیٰ کہ اسوہ بھی جانتی ہے۔ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تمہارا یہ انکار کتنے دل توڑے گا؟"

ان کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"ایسا سب کرنے کو میں نے تو نہیں کہا تھا آپ سے۔ اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے آپ کو کم از کم مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا اور جہاں تک اسوہ کی بات ہے تو اسے اندازہ ہونا چاہیے تھا کہ میں نے کبھی اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسی امید دلائی تھی جس کے ٹوٹنے پر اس کو دھچکا لگے۔"

"دیکھ رہی ہو اپنے لاڈلے کے انداز۔ کیسے باپ سے منہ زوری کر رہا ہے، برخوردار! امید تم نے نہیں، ہم نے تو دلائی ہے۔ تمہارے نزدیک ہماری بات کی کوئی اہمیت نہیں۔"

وہ زچ ہو کر رہ گیا۔

"ابو! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر میں نے آپ کے کہنے سے اسوہ سے شادی کر بھی لی تو نہ میں خوش رہوں گا اور نہ ہی اسے خوش رکھ سکوں گا۔ جب ہم دونوں ہی خوش نہیں ہوں گے تو آپ کو کیا خوشی ملے گی۔"

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"جی!"

"تم جا سکتے ہو۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ منہ بھی موڑ لیا تھا۔ اس نے بے بسی سے ماں کا چہرہ دیکھا۔ وہ اس سے بھی زیادہ بے بس نظر آئیں۔

دو دن بعد اسے بہت دور چلے جانا تھا، اس نے آخری سی کوشش کرنی چاہی۔

"ابو!"

"چلے جاؤ مہران! یہاں سے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تم میری ناراضی نہیں چاہتے تو تمہیں میری خواہش کا احترام کرنا ہو گا ورنہ تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔"

"آپ کو مجھ سے زیادہ اسوہ سے پیار ہے؟"

"ہاں!" اور ان کی ایک ہاں نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر نکل گیا۔

www.pkdigest.com

☼ ☼ ☼

وہ سر جھکائے بیٹھا تھا اور وہ تینوں جانتے تھے وہ رو رہا ہے۔ آج اس کا وہ خواب حقیقت بننے جا رہا تھا جو لوگوں کے لیے خواب ہی رہتا ہے۔ اس وقت کا اس نے کتنا انتظار کیا تھا۔ آج جب وہ وقت آیا تھا تو وہ بالکل خوش نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے اپنے اس سے ناراض تھے اور اس وجہ سے ناراض تھے جو اس کے نزدیک وجہ ہی نہیں تھی۔ ہر بالغ انسان کی طرح اسے یہ حق تھا کہ وہ اپنی پسند کا جیون ساتھی چنے، جب اسے اسوہ پسند ہی نہیں تھی تو وہ اس سے شادی کیوں کرے۔

اس نے امین صاحب کو ہر طرح سے قائل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہا تھا، وہ ان کا اپنا خون تھا، لیکن انہوں نے اس پر اسوہ کو ترجیح دی تھی۔

"بھائی! چلیں فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔" عدیل کی آواز نے اسے خیالوں کی دنیا سے باہر نکالا تھا۔ اس نے سر اٹھانے سے پہلے اچھی طرح آنکھوں کو مسل کر صاف کیا تھا۔

"چلیں امی!" ریحانہ نے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھا تو ان کے دل کو بے اختیار کسی نے مسلا تھا۔

"مہران بیٹا! اگر تم کہو تو میں ایک دفعہ تمہارے ابو سے بات کر کے دیکھ لیتی ہوں۔"

"کوئی فائدہ نہیں امی! آپ جانتی ہیں وہ اپنی ضد کے کتنے پکے ہیں۔ آپ گاڑی میں چل کر بیٹھیں میں چچی سے مل کر آتا ہوں۔"

ریحانہ نے اسے روکنا چاہا، لیکن پھر سر جھٹک کر باہر نکل گئیں۔ وہ دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا۔ شگفتہ اسے بیڈ پر لیٹی نظر آئیں۔ اس کے پکارنے پر بھی وہ ویسے ہی لیٹی رہیں، اس کی جانب ان کی پشت تھی، لیکن وہ جانتا تھا وہ جاگ رہی ہیں، لیکن ناراضی کی وجہ سے اسے دیکھ نہیں رہیں۔ وہ ان سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن لفظوں نے جیسے اس کی زبان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"کوئی غلطی ہو گئی تو مجھے معاف کر دیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ وہ تیزی سے روش پار کرتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا، جب کوئی تیزی سے گیٹ کے اندر داخل ہوا۔ کالج یونیفارم میں وہ اسوہ تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی اسوہ نے نظروں کا زاویہ بدل کر تیزی سے وہاں سے نکلنا چاہا اور وہ جو کتنے دنوں سے برداشت کر رہا تھا کہ سب اس لڑکی کی وجہ سے تھا، اب اسے سامنے دیکھ کر اس کا دماغ یکدم گھوما تھا۔

"رکو!" اس کی آواز میں اتنا غصہ تھا کہ وہ بے اختیار رک گئی تھی۔ مہران نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا، وہ اسے پہلے کی نسبت کافی کمزور لگی تھی۔

"کیا میں تمہارے اس سوگ کی وجہ جان سکتا ہوں جو تم نے خود پر طاری کر رکھا ہے؟" اسوہ جو نظریں زمین پر جمائے کھڑی تھی حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"میرا کون سا تم سے بڑا شدید قسم کا افیئر چل رہا تھا جو میرے انکار پر تمہیں بخار ہو گیا ہے۔ کب میں نے تم سے کسی قسم کا اظہار محبت کیا تھا یا کسی قسم کا کوئی وعدہ کیا ہو، پھر تمہیں کیوں لگا میں تم سے شادی کروں گا؟ ایسی کون سی بات میں نے تم سے کی تھی جو تم نے میری دلہن بننے کے خواب سجا لیے؟ اور ہاں!" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔ "شادی کرنے کا تمہیں شوق بھی تو بہت ہے اور کوئی ملا نہیں تو مجھے ہی آسان ٹارگٹ سمجھ لیا، لیکن مائنڈ اٹ۔ میں تو کم از کم تمہارا شکار نہیں ہو سکتا۔ اگر تم دنیا کی آخری لڑکی بھی ہوتیں تو بھی میں تم سے شادی نہ کرتا اور اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نفرت محسوس ہوتی ہے مجھے تم سے صرف نفرت اور کچھ نہیں۔ صرف تمہاری وجہ سے میرا باپ مجھ سے ناراض ہے اور میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کو صرف تمہاری وجہ سے محسوس نہیں کر پایا، صرف تمہاری وجہ سے میں اپنے اتنے اہم کام کو کرنے سے پہلے اپنے باپ کی دعائیں نہیں لے سکا۔ تمہاری وجہ سے چچی مجھ سے ناراض ہیں، میرے بہن بھائی مجھ سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کرتے سب تمہاری وجہ سے ہے، میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

اس نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا تھا، اس نے دیکھا نہیں، اس کا چہرہ کیسے زرد پڑ گیا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں کیسے آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گیٹ سے نکلا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

وقت کسی کے لیے ٹھہرتا نہیں، بلکہ اپنی رفتار سے چلتا رہتا ہے اور جو کھاؤ وقت کے ساتھ ملتے ہیں وہ وقت کے ساتھ ہی مندمل بھی ہو جاتے ہیں۔ لفظوں کے جو تیر اس کے دل و دماغ میں پیوست تھے ان سے خون رسنا تو بند ہو چکا تھا لیکن ان کے نشان اب بھی باقی تھے شاید یہ زخم ہمیشہ ہرے رہتے، اگر جوان کا دینے والا نظروں کے سامنے رہتا، لیکن وہ اس کی نظروں سے بہت دور ہو چکا تھا۔

چائے کا کپ ختم کرتے ہی اس نے ٹی وی بھی آف کر دیا۔ ٹائم دیکھا جہاں شام کے چھ بج رہے تھے۔ "عدیل آ گیا ہو گا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ وہ بالائی منزل سے پورشن کی طرف پہنچی۔ ریحانہ، عدیل اور سعدیہ اسے لاؤنج میں بیٹھے نظر آئے۔ عدیل کے ہاتھ میں کچھ تھا، سعدیہ اس کے قریب جھکی ہوئی تھی وہ دونوں زور و شور سے بحث کر رہے تھے اور ریحانہ کے چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔ وہ پُرتجسس انداز میں مسکراتی ہوئی آگے بڑھی، لیکن عدیل کے ہاتھ میں پکڑی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ اس پر سب سے پہلی نظر ریحانہ کی پڑی تھی۔

"ارے اسوہ!" ان کے کہنے پر عدیل اور سعدیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان کے دیکھنے پر وہ مسکراتی ہوئی ریحانہ کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

"اچھا ہوا اسوہ تم آ گئیں، دیکھو بھائی نے تصویریں بھیجی ہیں، کتنی غضب کی آئی ہیں۔" سعدیہ پُرجوش لہجے میں بھائی کی محبت جھلک رہی تھی۔ اسی جوش کے ساتھ اس نے ساری تصویریں عدیل کے ہاتھ سے لے کر اس کی طرف بڑھائیں۔ ان کو اس نے مکمل طور پر نظرانداز کر کے عدیل کی طرف دیکھا۔

"عدیل! میں نے تمہیں فارم کے بارے میں کہا تھا۔"

"ہاں لایا ہوں۔ وہ سامنے ٹیبل پر پڑا ہے۔ اور سنو۔" اسے کھڑا ہوتا دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

"تین دن بعد لاسٹ ڈیٹ ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ کل ہی اپنے فارم جمع کروا دینا، ورنہ کافی رش ہو جائے گا۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے ٹیبل کی طرف مڑ گئی۔ ریحانہ کی نظروں نے آخر تک اس کا تعاقب کیا تھا۔ سعدیہ نے ایک نظر اپنے تصویروں والے ہاتھ کو دیکھ کر اس کو دیکھا اور کندھے جھٹک کر عدیل سے باتیں کرنے لگی۔

وہ فارم دیکھتے دیکھتے ان کے قریب آ کر رک گئی۔

"عدیل! کل تم مجھے یونیورسٹی ڈراپ کرو گے؟"

"ہاں کر دوں گا۔" اس کے آرام سے مان جانے پر مسکرا دی تھی۔

"اسوہ! میں چائے بنا رہی ہوں پی کر جانا۔" سعدیہ نے کچن میں جانے سے پہلے اس سے کہا تھا۔

"تم بناؤ۔ میں فارم رکھ کر آتی ہوں۔"

فارم رکھ کر جب وہ واپس آئی تو ریحانہ کی تیز آواز پر وہیں رک گئی۔

"میں بات کو بڑھاتی ہوں۔" ریحانہ جانے کے کہہ رہی تھیں۔ "بات کو بڑھاوا تمہارے ابو اور اسوہ دے رہے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ نہیں کتنی دفعہ نوٹ کیا ہے جب بھی مہران کا فون آتا ہے یہ اٹھ کر چلی جاتی ہے۔ مہران کی بات ہو تو یہ ایسے ہو جاتی ہے جیسے بہری ہو اور آج کی ہی بات لے لو جیسے اس نے نفرت سے تصویروں کو دیکھا تھا۔ آخر وہ خود کو سمجھتی کیا ہے۔ اس کو شہ دینے میں تمہارے اپنے باپ کا ہاتھ ہے۔ اس کے لیے اپنے بیٹے کو نظروں سے دور کر دیا۔"

آخر میں ان کی آواز بھرا گئی تو کب سے سنتا عدیل جھنجلا کر بولا۔

www.pkdigest.com

"امی! آپ ہاتھ دھو کر اسوہ کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں۔ بھائی یہاں سے اپنی مرضی سے گئے تھے اور یہاں آنے سے انہیں کسی نے روکا بھی نہیں۔"

"یہ بات تم اپنے باپ سے پوچھو۔ ان کے لیے اپنے بیٹے سے زیادہ بھتیجی اہم ہے۔ کیا انسان کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق نہیں ہوتا؟ اگر اس نے انکار کر دیا تو کون سی قیامت آ گئی تھی۔ اگر انہیں اپنی بھتیجی سے پیار ہے تو ضروری نہیں کہ ان کے بیٹے کو بھی ہو، آج نہیں تو کل اسوہ کی شادی ہو جائے گی۔ وہ اپنے گھر خوش ہو گی، میرے بیٹے کو مجھ سے دور رکھ کر کس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔"

جانے کتنے دنوں کی بھڑاس تھی جو وہ نکال رہی تھیں۔ اسوہ میں مزید سننے کا حوصلہ نہیں تھا۔ وہ انہی قدموں سے واپس لوٹ آئی۔

☼ ☼ ☼

رات کو کافی سوچنے کے بعد وہ ایک نتیجے پر پہنچی تھی۔ اس لیے صبح کی نماز کے بعد وہ سونے کے بجائے باہر لان میں آ گئی۔ جہاں امین صاحب واک کر رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر وہ مسکرائے تو وہ بھی مسکراتی ہوئی ان کے ساتھ واک کرنے لگی۔

"کیا بات ہے، آج تم اتنی صبح؟"

"بس۔ نماز پڑھ کر نیند نہیں آئی۔"

"کیوں یونیورسٹی جانے کی خوشی میں؟" ان کے کہنے پر وہ ہنس پڑی۔

"اف پہلے دن کچھ گھبراہٹ، کچھ ایکسائٹمنٹ تو ہوتی ہے تایا جی یو نو!" وہ شرارت سے بولی۔

"ہاں نو تو میں دیکھ رہا ہوں بندے کی نیندیں ہی اڑ جاتی ہیں۔ لیکن بیٹا جی ابھی تو صرف فارم جمع کروانے جا رہی ہو۔"

وہ بھی اس کے انداز میں بولے۔

وہ مسکرا دی اور ایک بار پھر ان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگی، اسوہ نے کن انکھیوں سے ان کا چہرہ دیکھا اور خود کو اس بات کے لیے تیار کیا جو وہ رات سے کہنے کے لیے بے چین تھی۔

"آج تائی جی آپ کے ساتھ واک نہیں کر رہیں؟"

"تمہاری تائی مجھ سے ناراض ہے۔" وہ جانتی تھی کیوں۔

"کیوں؟"

"بس ایسے ہی۔" وہ ٹال گئے۔

"پھر بھی تایا جی!" وہ جاننے پر مصر ہوئی۔

"عمران کا فون آیا تھا، میں نے بات نہیں کی بس اس لیے۔"

"تو آپ کیوں بات نہیں کرتے؟"

"وہ پاکستان آنا چاہتا ہے تو آئے میں نے کب منع کیا ہے لیکن اس کی بھی ضد ہے۔ میں اپنے منہ سے کہوں تو وہ آئے گا۔" آخر میں ان کا لہجہ غصیلا ہو گیا۔

"اگر وہ ایسا چاہتے ہیں تو آپ ان کی یہ خواہش پوری کر دیں۔" اس کے پاس جیسے ان کے ہر سوال کا جواب تھا۔ انہوں نے کچھ حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم جانتی ہو اسوہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟"

"کیا میں جانتی ہوں تایا جی! لیکن جو ہوا وہ گزر گیا۔ آپ کسی کام کے کرنے کے لیے کسی کو مجبور تو نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ آپ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اب میں نے تو ایسا سوچا نہیں تھا اور نہ ہی عمران بھائی نے، میرے دل میں ایسا کچھ نہیں اور نہ میں چاہتی ہوں میری وجہ سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف ہو۔ میں جانتی ہوں آپ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور یہ بھی جانتی ہوں آپ عمران بھائی سے بھی بہت پیار کرتے ہیں، اگر وہ آپ سے دور ہیں تو آپ کو بھی اس چیز کی تکلیف ہے۔"

اور وہ جو غور سے اسے دیکھ رہے تھے بے ساختہ نظریں چرا گئے۔

"آپ جانتے ہیں عمران بھائی اگر پاکستان نہیں آ رہے تو اس کا ذمہ دار تائی جی مجھے سمجھتی ہیں۔"

"پاگل ہے وہ تو..." امین صاحب نے بے ساختہ سر جھٹکا۔

"نہیں تایا جی! وہ غلط نہیں۔ آپ کہتے ہیں نا کہ آپ میری وجہ سے ان سے ناراض ہیں تو تائی جی کو بھی لگتا ہے۔ ہم سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں اور اگر گھر میں رہنے والے بندوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کدورت ہو تو گھر کی فضا خراب ہو جاتی ہے اور میں ایسا نہیں چاہتی۔"

آخر میں اس کے دو ٹوک انداز پر وہ بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"میری بیٹی تو بڑی سمجھ دار ہے۔" وہ اس کی پیشانی چوم کر بولے تو وہ مسکرا دی۔

"پھر تایا جی! آپ عمران بھائی سے بات کریں گے؟" اس کے پوچھنے پر انہوں نے سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اب تیاری کرتی ہوں، ورنہ عدیل ابھی ہی طوفان مچا دے گا۔"

تیار ہوتے ہوئے وہ بہت پرسکون تھی۔ تایا جی سے بات کر کے جیسے سر کا بوجھ اتر گیا تھا۔ اب کم از کم تائی جی کی چبھتی نظروں اور باتوں سے تو جان چھوٹے گی۔

☼ ☼ ☼

"اف میرے خدا!" پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لائن میں کھڑی تھی۔ سر پر چمکتا سورج وہ گرمی سے بے حال ہو رہی تھی۔ پسینہ سر سے بہتا ہوا پاؤں تک پہنچ گیا تھا۔ اب جب تین، چار افراد کے بعد اس کا نمبر تھا تو اچانک کلرک نے کھڑکی بند کر دی۔

اس سمیت دوسرے لوگ کلرک کو کوستے ہوئے سایہ دار جگہوں کی تلاش میں بکھر گئے۔ درخت کے نیچے بنے بینچ پر بیٹھ کر اس نے ٹشو سے اپنے چہرے پر آیا پسینہ صاف کر کے سامنے بنی بلڈنگ کی اس کھڑکی کو دیکھا جو اب بھی بند تھی۔ مایوس ہو کر اس نے ارد گرد کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ سامنے کھڑے ایک ہجوم کو دیکھ رہی تھی، جب اسے اپنے قریب دائیں طرف کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے سر اٹھا کر دیکھا جہاں ایک ہینڈسم سا لڑکا چہرے پر دھیمی سی مسکان لیے اس کی توجہ کا طالب تھا۔

"ہیلو!" اس کے متوجہ ہونے پر وہ اتنی ہی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے بینچ کی طرف اشارہ کیا تو اسوہ نے کوئی جواب دیے بغیر اپنا ہینڈ بیگ وہاں سے اٹھا لیا اور لاتعلقی سے اپنے فارم پر نظریں دوڑانے لگی۔

"کب سے آئے ہیں۔ دوپہر ہونے کو ہے اور اب تک فارم جمع نہیں ہوئے، کتنے سست ہیں یہ لوگ۔" ساتھ بیٹھے لڑکے کے تبصرے پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، وہ اسی سے مخاطب تھا، وہ اب بھی کوئی جواب دیے بغیر اپنے فارم کو الٹ پلٹ کرتی رہی۔

"یہاں بھی کام نکلوانے کے لیے سفارش کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں نے تو اپنا فارم اندر بھجوا دیا ہے۔ لائیں آپ کا فارم بھی جمع کروا دوں۔"

اس نے اب عجیب نظروں سے ساتھ بیٹھے اس لڑکے کو دیکھا جو جب سے بیٹھا تھا مسلسل خود ہی بولے جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی جواب دیتی کھڑکی کھلی تھی اور وہ ہجوم جو ادھر ادھر بکھر گیا تھا، کرنے مکھیوں کی طرح جمع ہونے لگے تھے وہ ہڑبڑا کر بیگ تھام کر کھڑکی کی لائن کی طرف بڑھی، پہلے جہاں چھٹا نمبر تھا اب پندرہ، سولہ لوگوں کے بعد اس کا نمبر تھا، وہ اب رونے کو تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر بینچ کی طرف دیکھا وہ لڑکا وہیں بیٹھا تھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا، اس کے دیکھتے دیکھتے ہی وہ چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

"لائیے!" اس نے پر یقین انداز سے فارم اور پیسے مانگے تھے جیسے وہ دے ہی دے گی، اور اس نے دے بھی دیے تھے۔ وہ فارم دیکھتے ہوئے آگے بڑھا تھا تو اچانک اسے ہوش آیا۔

"سنیں!" اس کے پکارنے پر وہ مڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ فارم جمع کروا دیں گے؟" اس نے زبان سے یہ الفاظ ادا کیے تھے، لیکن دل میں وہ یہ کہہ رہی تھی۔

"آپ پیسے لے کر بھاگ تو نہیں جائیں گے۔"

"جی آپ فکر نہ کریں، آپ وہیں بینچ پر بیٹھیں،"

www.pkdigest.com

میں پندرہ منٹ میں آتا ہوں۔"

اس کے کہنے پر وہ بینچ کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کی نظریں بار بار کلائی پر بندھی گھڑی پر جاتیں اور پھر سامنے لگی لائن پر جو بڑی تیزی سے کم ہورہی تھی' آج سے پہلے اسے پندرہ منٹ بھی اتنے لمبے نہیں لگے اور پھر پندرہ کے بجائے بیس منٹ ہوگئے۔ اور پھر اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ وہ اس کے پیسے لے کر بھاگ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی وہ اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کے سر جھکائے ہوئے چہرے پر جیسے بہار سی آگئی تھی۔

"یہ لیں مس اسوہ! آپ کا ایڈمیشن ہوگیا۔" اپنا نام لیے جانے پر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی تھی' لیکن فارم ہاتھ میں لیتے ہی سمجھ میں آگیا۔

"تھینکس۔"

"نو پرابلم۔" اس کے شکریہ کے جواب میں وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"میرا نام عاشر ہے' میں اور آپ ایک ہی ڈپارٹمنٹ میں ہیں۔ آپ انگلش میں ماسٹرز کررہی ہیں اور میں بھی اور ممکن ہے ہمارے رول نمبر بھی ساتھ ہوں۔"

"ہوں!" وہ ہنکارا بھر کر عدیل کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ عدیل کو آنے کا کہہ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئی جو ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔

"تھینک یو ویری مچ مسٹر عاشر!"

"امید ہے آپ سے جلد ملاقات ہوگی۔"

اس کے کہنے پر وہ مسکرا کر چل دی۔

☼ ☼ ☼

رات کو سعدیہ کے ساتھ لان میں واک کرتے ہوئے وہ سارے دن کی روداد اسے سنا رہی تھی۔

"اسٹرینج اینڈ انٹرسٹنگ۔" ساری بات سننے کے بعد سعدیہ نے آنکھیں مٹکا کر کہا تو وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ان دو لفظوں کی وضاحت کرنا پسند کریں گی آپ؟" اس کے طنزیہ انداز پر سعدیہ مسکرا کر بولی۔

"اسٹرینج اس لیے کہ وہاں اتنے لڑکے تھے اور اتنی لڑکیاں تھیں اور صرف وہی لڑکا تمہاری مدد کو کیوں آیا یا پھر اس نے صرف تمہاری مدد کیوں کی' وہاں اور بھی تو گرمی سے بے حال بے چاری مجبور بہنیں' تھیں۔"

اس کے بے چاری اور مجبور بہنیں' کہنے پر اسے ہنسی آگئی تھی۔

"اور جہاں تک انٹرسٹنگ ہونے کی بات ہے تو یہاں مجھے دلچسپ یہ لگا کہ وہ لڑکا عاشر اس کو کہیں تم سے پہلی نظر کی محبت نہ ہوگئی ہو۔ اچھا اچھا۔ اب گھورنا بعد میں' پہلے میری بات تو سن لو۔ ہوسکتا ہے نا! کہ اسے تم سے وہ افسانوی سی محبت ہوگئی ہو جو اکثر فلموں ڈراموں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہیروئن کالج سے نکل رہی تھی یا نکل چکی تھی۔ پسینے سے شرابور اس کا برا حال ہوتا ہے لیکن پھر بھی ہیرو کے من کو بھا جاتی ہے۔ گالوں پر بہتا پسینہ اسے شبنم کے قطرے محسوس ہوتے ہیں۔ وہ دھوپ سے کالا پڑتا رنگ اسے دہکتا گلاب لگتا ہے۔ مت تو ماری ہوتی ہے نا ان کی۔ ہم جب کالج کے باہر وین کے انتظار میں کھڑے ہوتے ہیں تو اچھا خاصا صاف رنگ بھی جیسے مٹی سے کالا پڑ جاتا ہے۔ خود کو دیکھنے کو دل نہیں کرتا تو دوسرا کیا خاک دیکھے گا۔"

اس کے جلے ہوئے تبصرے پر وہ دل کھول کر ہنسی تھی۔ اس کے ساتھ وہ خود بھی ہنس پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

کلاسز کے اسٹارٹ ہوتے ہی وہ اچھی خاصی مصروف ہوگئی تھی۔

پہلے یہ رونا تھا' بور ہے' بہت ہے اور اب یہ رونا تھا کہ ٹائم نہیں ملتا۔ یونیورسٹی آتے آتے تقریباً" شام ہوجاتی پھر تھوڑی دیر سونا پھر کام لیکن اس کے باوجود ٹائم اچھا گزر رہا تھا۔

جب وہ پہلے دن یونیورسٹی گئی' اچھی خاصی نروس تھی۔ وہ اندر سے بے تحاشا نروس اور اوپر سے چہرے

کو خود اعتمادی سے سجائے اپنی کلاس ڈھونڈ رہی تھی۔ جب اپنے پیچھے سے ہیلو کی آواز سن کر رک گئی اور پیچھے مڑ کر عاشر کو دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

"یقیناً آپ اپنی کلاس ڈھونڈ رہی ہیں' اس کے درست اندازے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"آج کلاسز اسٹارٹ ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ ہوگیا ہے لیکن آپ کا غالباً" پہلا دن ہے۔" اس کی معلومات پر وہ کافی حیران ہوئی تھی اور اس کی حیرت کو شاید اس نے محسوس بھی کرلیا تھا۔ دراصل میں تو شروع سے آرہا ہوں اور آپ کا رول نمبر بھی مجھے معلوم تھا' اس لیے آپ کی غیر حاضری کو میں نے محسوس کیا۔ یہ رہی کلاس۔"

ساتھ ہی اس نے دائیں طرف اشارہ کیا تو وہ کلاس میں داخل ہوئی۔ یہ تھا اس کا یونیورسٹی میں پہلا دن۔ اسے نہیں لگتا تھا وہ یہاں کسی سے دوستی کرسکے گی' اس کی ساری کلاس سے ہیلو ہائے تھی لیکن دوستی نہیں۔ مگر اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ عاشر سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہوگئی لیکن اس میں زیادہ ہاتھ خود عاشر کی اپنی کوشش کا تھا۔ یہ نہیں کہ اس کی بس ایک اسی سے دوستی تھی۔ اس کی کلاس کیا یونیورسٹی کی ہر لڑکی سے سلام دعا تھی۔ اس کی نیچر ہی ایسی تھی لیکن اسوہ پر وہ خاص توجہ دیتا تھا۔ کبھی کبھی سعدیہ کی کہی ہوئی باتیں دماغ میں گونجتیں لیکن وہ سر جھٹک کر رہ جاتی۔

☼ ☼ ☼

آج صبح سے ہی اس کا موڈ سخت آف تھا اور وجہ مہران کی آمد تھی۔ طبیعت پر عجیب سی بے زاری چھائی تھی۔ وہ جانتی تھی' ایسا ایک نہ ایک دن تو ہونا ہی تھا۔ یہ مہران کا گھر تھا' اسے یہیں آنا تھا۔ تایا جی لاکھ اس سے ناراض سہی' پر وہ ان کا لاڈلا اور چھوٹا بیٹا تھا اور وہ تو جیسے اس کے کہنے کے منتظر تھے۔ گھر میں کچھ دنوں سے خاص تیاریاں چل رہی تھیں لیکن اس نے زیادہ توجہ نہیں دی اور یہ سب تیاریاں مہران کے استقبال کے لیے تھیں۔ آج جب اس کی فلائٹ تھی تو صبح شگفتہ نے اسے جگایا۔

"مہران آرہا ہے۔" اس نے صرف ایک نظر انہیں دیکھا اور اپنا ناشتا کرنے لگی۔ یونیورسٹی سے جب وہ گھر آئی تو سب ایئرپورٹ جانے کی تیاری کررہے تھے۔ اب گھر میں کسی کو تو رہنا ہے۔ یہ بہانہ کرکے وہ نہیں گئی تھی اور کسی نے اسے جانے پر مجبور بھی نہیں کیا تھا۔

تائی جی اسے بریانی اور کباب بنانے کے لیے کہہ گئی تھیں' انہیں انکار بھی نہیں کرسکتی تھی۔ کباب فرائی کرتے ہوئے وہ خود بھی بری طرح کھول رہی تھی۔

سامان لے کر جب وہ باہر نکلا تو دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ باہر لوگوں کا ہجوم تھا جس میں وہ اپنوں کو تلاش کررہا تھا اور ہجوم میں جو شناسا چہرہ نظر آیا تھا اس نے اس کی دھڑکن اور تیز کردی تھی۔

"ابو!" وہ زیر لب بڑبڑاتا ہوا ہجوم کو چیرتا ہوا ان کی طرف بڑھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی انہوں نے بازو پھیلا دیے اور ان کے ساتھ لگتے ہی اس کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔ ان سے الگ ہو کر وہ باری باری سب سے ملا تھا۔ شگفتہ کو دیکھ کر وہ بے ساختہ خوش ہوگیا۔ دو سال پہلے وہ جس طرح کے حالات میں گیا تھا' اس کا اثر اس نے ان کے چہرے پر تلاش کرنا چاہا لیکن کوشش کے باوجود وہ کسی کے چہرے پہ کوئی شکوہ گلہ تلاش نہ کرسکا۔ وہ سب گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے' وہ عدیل کے ساتھ پیچھے چل رہا تھا۔ جب اس نے مسکراتے ہوئے عدیل کو دیکھا۔

"یہ پتھر میں جونک کیسے لگی؟" اس کا اشارہ امین صاحب کی طرف تھا۔ اس کا اشارہ سمجھ کر وہ بھی اسی انداز میں بولا۔

"آپ یہ نہ سمجھیں' یہ پتھر آپ کی محبت میں پگھلا ہے۔"

"تو؟" وہ کچھ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کو پاکستان میں انٹری کی اجازت مس اسوہ کی وجہ سے ملی ہے۔ اس نے ابو سے آپ کے لیے

www.pkdigest.com

سفارش کی تھی۔"

"اسوہ نے.....؟" اس نے حیرانی سے دہرایا۔ گاڑی کے قریب پہنچنے پر سب گاڑی میں بیٹھ گئے تو وہ جو کچھ دیر پہلے بے حد خوش تھا' ایک دم الجھ گیا۔ اس نے اب محسوس کیا' سب تھے اسوہ نہیں تھی اور دو سال پہلے جو ہوا تھا' اس کے بعد یوں اسوہ کا اس کی حمایت کرنا؟ وہ بری طرح الجھا تھا۔

گھر پہنچ کر اپنوں کے درمیان بیٹھ کر کتنا اچھا لگ رہا تھا' وہ خوش تھا بلکہ بہت خوش تھا لیکن جو الجھن ایئرپورٹ سے شروع ہوئی تھی' وہ اب بھی برقرار تھی۔ اس کی نظریں کب سے اسوہ کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آرہی تھی اور کسی سے پوچھنا اسے ٹھیک بھی نہیں لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم!" کی آواز پر اس نے سعدیہ سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھا جہاں وہ کھڑی تھی۔ اس نے شاید اسے ہی سلام کیا تھا۔ پتا نہیں کیسے کیونکہ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"کھانا لگ گیا ہے۔" اب بھی اس نے کسی کو مخاطب کیے بغیر اطلاع دی تھی۔

"سعدیہ! شرم کرو' بہن کب سے اکیلی لگی ہے۔ کھانا بھی اس نے بنایا ہے' کم از کم برتن تو ساتھ لگا دیتے تھے۔" تایا جی کے گھرکنے پر وہ کھسیا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ جب وہ بریانی کی ڈش لے کر آئی تو سب آچکے تھے' اسے جو کرسی خالی ملی تھی' وہ عین میران کے سامنے تھی۔ وہ اس پر دھیان دیے بغیر پلیٹ پر نظریں گاڑ کر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو اسوہ؟" اس کو مخاطب کرنے میں پہل میران نے ہی کی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔" سب کی موجودگی کی وجہ سے اسے جواب دینا پڑا تھا۔

اس نے بریانی کی ڈش کی طرف ہاتھ بڑھایا جب ہی دوسری طرف سے میران نے ڈش تھامی تھی۔ اس کی نظریں بے اختیار سامنے اٹھی تھیں۔ میران پر پڑیں' غیر ارادی نظر کو اتنی جلدی ہٹا نہیں سکی تھی۔ اس کے دیکھنے پر وہ مسکرایا تھا جیسے اس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہو۔ بہت بھوک ہونے کے باوجود اس نے بریانی کی ڈش سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"عدیل! پلیز یہ ڈونگا پاس کرنا۔" اس نے گردن گھما کر پاس بیٹھے عدیل سے کہا۔ اس نے بریانی کھانے کا ارادہ ہی بدل دیا جس کی نیت میران نے کی تھی۔

"کیسی لگی بریانی میران؟" تایا جی نے اس سے پوچھا۔

"بہت اچھی ہے ابو! کافی عرصے بعد اتنا اچھا کھانا کھایا ہے۔" وہ واقعی کافی رغبت سے کھا رہا تھا۔

"اسوہ نے بنایا ہے۔ یہ کباب لو' یہ بھی اسوہ نے بنائے ہیں۔ ماشاء اللہ ہماری بیٹی کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہے۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو اسوہ اس تعریف پر بڑی خوش ہوتی لیکن اس وقت اسے اپنی تعریف بہت بری لگ رہی تھی۔

"اچھا واقعی۔" پتہ نہیں وہ اتنا حیران کس بات پر تھا' اس کے پکانے پر یا اتنا اچھا پکانے پر۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ یہاں سے اٹھ جائے کیونکہ میران کی نظریں وہ خود پر محسوس کرسکتی تھی اور اسے ان نظروں سے سخت الجھن ہو رہی تھی۔

"لگتا ہے اسوہ کو آج کچھ زیادہ ہی بھوک لگی ہے۔" عدیل کی مسکراتی آواز پر تیزی سے چلتا اس کا منہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

"تم اپنا کھاؤ' اسے کیوں ٹوک رہے ہو؟" اسے ہاتھ روکتا دیکھ کر امین صاحب نے عدیل کو گھرکا تھا تو وہ مسکراتا ہوا اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔

تایا جی میران سے اس کی امریکہ میں پڑھائی کے بارے میں باتیں کرنے لگے' وہ اس سے باتیں کرتے ہوئے اتنے خوش تھے کہ کہیں سے لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ کبھی اس سے ناراض بھی تھے۔ باتوں کا رخ ایک بار پھر اس کی طرف مڑ گیا۔

"میران! پتا ہے اسوہ نے بہت شاندار نمبروں سے بی ایس سی کیا ہے اور اب ایم اے کر رہی ہے۔"

"جی ابو! سعدیہ نے بتایا تھا' حالانکہ مجھے لگتا تھا اسوہ بمشکل ایف اے کرے گی اور اب تک اس کی شادی ہوگئی ہوگی۔" اس کی بات پر عدیل اور سعدیہ کا قہقہہ سنائی دیا تھا اور اس نے کھا جانے والی نظروں سے سامنے دیکھا' جہاں دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔

اس کی زبان میں بڑی زبردست کھجلی ہو رہی تھی۔

"کیوں' آپ کیا سمجھتے ہیں' آپ دنیا میں واحد پڑھے لکھے ہیں' باقی کیا یہاں گھاس چرنے آئے ہیں۔"

اب کی بار صرف عدیل کا قہقہہ سنائی دیا تھا جو یقیناً اسے داد دینے کے لیے تھا۔

اس کا خیال تھا' اسے مرچیں ضرور لگیں گی لیکن وہاں تو جیسے مسکراہٹ کا موسم ٹھہر گیا تھا۔

"شکر ہے تم بولیں تو' ورنہ میں سمجھ رہا تھا اتنے سالوں میں کہیں تمہاری زبان کو زنگ تو نہیں لگ گیا۔"

وہ کوئی بھی جواب دیے بغیر اپنا کھانا ختم کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا پین تیزی سے چل رہا تھا' جب اچانک کسی نے اس کے قریب آکر "ہاؤ" کہا۔ پتا ہونے کے باوجود وہ ڈر گئی تھی' اس نے قدرے ناگواری سے سر اٹھایا۔

"توبہ' اتنا غصہ۔" عاشر مصنوعی ڈر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا' طبیعت تو ٹھیک ہے۔" اس کے لفظوں کے برعکس اس کے لہجے کی شرارت وہ صاف محسوس کرسکتی تھی۔

"میری طبیعت تو ٹھیک ہے' تمہارے دانت کیوں نکل رہے ہیں۔"

"میں....." اس نے حیران ہو کر اپنے دانتوں کو چھوا جو منہ کے اندر ہی تھے۔

"اتنی جلی ہوئی کیوں ہو؟"

"کیونکہ تم جو ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔"

"میں....." عاشر نے حیرت سے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔

"نہیں میں۔ صرف تین دن میں یونیورسٹی نہیں آئی اور تم ہما کو ویٹ پر بھی لے کر جانے لگے۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔" اس کی بات سن کر جیسے وہ اطمینان سے مسکرایا۔

"تم جیلس ہو رہی ہو؟"

"جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔"

"میں جانتا ہوں' آخر کار وہ بھی تو تمہاری ہے۔"

"اسٹاپ اٹ عاشر! میں اس وقت بالکل بھی مذاق کے موڈ میں نہیں۔"

اسے واقعی عاشر پر بہت غصہ آرہا تھا' ابھی کچھ دن پہلے عاشر نے اسے پرپوز کیا تھا' تب بھی وہ جانتی تھی۔ عاشر کی لڑکیوں سے دوستی ہے لیکن اسے لگتا تھا' جتنا وہ اس سے سیریس ہے' کسی اور سے نہیں لیکن آج تین دن بعد جب وہ یونیورسٹی آئی تو اسے معلوم ہوا ان ہی دنوں ڈیپارٹمنٹ کی لڑکی ہما کے ساتھ یونیورسٹی کے علاوہ باہر بھی دیکھا جارہا تھا۔ اسے یہ بات بری لگی تھی۔ ویسے آج کل امی کو اس کی شادی کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے' تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں' پریشان نہیں۔ بس آج کل امی میری شادی کو لے کر بہت سیریس ہیں۔" اس کی بات سن کر عاشر نے بے ساختہ انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"تو تم نے کیا کہا؟" اس کے استفسار پر اسوہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے کیا کہنا چاہیے تھا؟"

"اسوہ! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اپنی امی کو بھی بھیجوں گا پھر بھی تم۔" غصے میں اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"یہ بات تم مجھے ایک ماہ سے کہہ رہے ہو۔" اس کے تیز لہجے پر کچھ پل تو وہ خاموش رہا لیکن

www.pkdigest.com

جب بولا تو اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"میں نے امی سے بات کی ہے' وہ کچھ ناراض ہیں لیکن تم فکر نہ کرو' میں انہیں منالوں گا۔ بس امی ذرا پرانے خیالات کی ہیں اور پھر زوبی مجھ سے بڑی ہے۔ امی چاہتی ہیں اس کی شادی مجھ سے پہلے ہو اور میں جاب بھی تو نہیں کرتا اور سب سے اہم بات امی میری شادی اپنی بھانجی سے کرنا چاہتی ہیں۔"

"تمہارے پاس تو شادی نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی تو وہ سٹپٹا گیا۔

"ایسا نہیں ہے اسوہ۔"

"تو کیسا ہے عاشر! اگر یہی سب کچھ تھا تو تم میرے پیچھے کیوں آئے تھے' تم نے مجھے پرپوز کیا تھا' میں نے نہیں۔ اگر تم سنجیدہ نہیں تو ابھی بتادو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تو وہ گھبرا گیا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو اسوہ!"

"تم میرے سمجھنے کو چھوڑو عاشر! بس اتنا سمجھ لو مجھے اپنی عزت نفس بہت عزیز ہے اور اپنی عزت نفس کی قربانی دے کر میں کوئی رشتہ نہیں بنانا چاہتی۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر اتنی سختی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

وہ کلاس لے کر نکل رہی تھی جب عاشر بھاگتا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔

"اسوہ! رکو۔" وہ جو اس کو نظرانداز کرتے ہوئے تیزی سے جارہی تھی' اس کی پکار پر رک گئی۔

"کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔" اس کے کہنے پر وہ جواب دیے بغیر اسے دیکھنے لگی۔ "ناراض ہو۔" ابھی اس نے پوچھا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے ایک نظر اسکرین کو دیکھ کر موبائل آف کردیا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ فون کسی لڑکی کا ہوگا۔

"اسوہ!" اب کے اس کے پکارنے پر وہ غصے سے پلٹی تھی۔

"ایک منٹ عاشر! کوئی بھی بات کرنے سے پہلے یہ سن لو میں کوئی ٹائم پاس لڑکی نہیں۔ میں جانتی ہوں تمہاری بہت سی لڑکیوں سے دوستی ہے لیکن مجھے لگا تم میرے ساتھ مخلص ہو لیکن میں شاید غلط تھی کیونکہ اگر تم میرے ساتھ مخلص ہوتے تو یوں مجھے پرپوز کرکے بعد میں بہانے نہ بناتے۔"

"اوکے بابا! اوکے۔ نو غصہ۔ سوری۔" اس نے فوراً "کان پکڑ لیے۔"

"میں اسی سنڈے کو امی اور آپا کو ضرور بھیجوں گا' ٹھیک اب خوش۔" وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آگیا۔

اس کا غصہ کسی حد تک ٹھنڈا ہوا تھا لیکن مکمل طور پر ختم نہیں ہوا تھا۔ گیٹ سے نکل کر وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"چلو آج میں تمہیں ڈراپ کردوں۔"

"تھینکس۔ عدیل مجھے لینے آنے والا ہے۔"

ابھی اس نے عدیل کا نام لیا تھا کہ وہ سامنے سے آتا دکھائی دیا لیکن اس کا دھیان اسوہ کے بجائے اس کے ساتھ کھڑے عاشر پر تھا اور قریب آنے پر بھی اس نے اسوہ سے مخاطب ہونے کے بجائے عاشر کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

"کیسے ہو؟" عدیل نے عاشر سے پوچھا جبکہ نا سمجھنے والے انداز میں دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک' تم سناؤ۔ تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو۔" اب کے اس نے اپنی حیرت دور کرنے کے لیے پوچھ ہی لیا۔

"تم عدیل کو جانتی ہو؟" عاشر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں عدیل میرا کزن ہے۔"

"اچھا۔" وہ حیرت سے بولا تو اس کی حیرت اسوہ کو بہت عجیب لگی۔

"اوکے میں چلتا ہوں پھر ملاقات ہوگی۔" وہ جو کچھ دیر پہلے بڑی فرصت سے اس کے قریب کھڑا تھا' اچانک عدیل کے آنے پر جانے کے لیے پر تولنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی' وہ تیزی سے پلٹ گیا تھا۔ وہ حیران نظروں سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی جب عدیل کی آواز پر چونکی۔

"تم عاشر کو کیسے جانتی ہو؟"

"میرا کلاس فیلو ہے۔"

"صرف کلاس فیلو ہے یا کچھ اور؟"

"کیا مطلب؟" اسوہ نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر جھٹک کر خود کو کچھ کہنے سے روکا۔

"اگر صرف کلاس فیلو ہے تو ٹھیک ہے' اگر صرف دوست ہے تو بھی اس کی دوستی چھوڑ دو۔"

وہ اسے وارن کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گیا جبکہ سوال کرنے کے لیے کھلا اس کا منہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے مہران کو دیکھ کر وہیں بند ہوگیا۔

"آجاؤ اسوہ! کیا وہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے۔" اسے یونہی کھڑے دیکھ کر مہران نے کہا تو وہ سر جھٹک کر پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"بوجھیے اسوہ! ہم کہاں سے آرہے ہیں؟"

"مجھے الہام نہیں ہوتے۔"

اسے پہلے ہی مہران کو دیکھ کر غصہ آگیا تھا' اوپر سے عدیل کے الٹے سیدھے سوال۔ مہران کے ہونٹوں پر جانے کیوں مسکراہٹ آگئی۔

"کیا ہوا؟ اتنی جلی ہوئی کیوں ہو۔"

اب کے عدیل نے حیرت سے مڑ کر اسے دیکھا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"چلیں بھائی! وہ خوشخبری سنادیں جس کو سنانے کے لیے آپ یہاں تک آئے ہیں۔"

"ہوں۔" مہران نے ہنکارا بھرا۔ "دراصل میں نے ایک کمپنی میں انٹرویو دیا تھا' وہاں سے آج مجھے کال آئی تھی۔ انہوں نے مجھے اپائنٹ کرلیا ہے۔"

اس نے اپائنٹمنٹ لیٹر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا جبکہ خوشی اس کی آواز سے جھلک رہی تھی۔ اتنی خوشی کی خبر پر بھی اس نے کوئی ریسپانس نہ دیا تو مہران کو کہنا پڑا۔

"اپنی جاب کی اطلاع میں سب سے پہلے تمہیں دے رہا ہوں۔"

مہران کی بات پر اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی سیٹ کی بیک کو گھورا تب ہی وہ پیچھے مڑا تھا۔

"جب کوئی انسان اپنی خوشی کسی دوسرے شخص سے شیئر کرے تو دوسرے انسان کو خوشی ہو یا نہ ہو' اسے موقع "مبارک باد" دے دینی چاہیے۔" اس کی نظریں بے اختیار مڑ کر اس کی طرف اٹھیں۔ عدیل اسے ہی دیکھ رہا تھا' اسے مجبوراً "اپنا منہ کھولنا پڑا۔

"مبارک ہو۔" اس کے لٹھ مار انداز پر مہران مسکرا کر سیدھا ہوگیا۔ ایک مٹھائی کی دکان کے سامنے سے گزرتے ہوئے مہران نے عدیل کو رکنے کو کہا تھا۔

"گھر والوں کو اتنی خوشی کی خبر سوکھے منہ نہیں سنانی چاہیے۔ یہاں سے مٹھائی لے لو۔" عدیل سے کہنے کے بعد وہ پھر پیچھے مڑا۔

"اسوہ! تم کیا لوگی؟"

"کچھ نہیں' مجھے بھوک نہیں۔"

"رہنے دیں بھائی! مجھے پتا ہے اسے کیا پسند ہے۔" عدیل کہہ کر اتر گیا تو مہران نے سیٹ سے ٹیک لگالی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو اسوہ!" مہران کے سوال سے زیادہ اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی افسردگی اسوہ کے لیے حیران کن تھی۔ وہ ابھی جواب دینے کا سوچ ہی رہی تھی جب وہ دوبارہ بولا۔

"جب سے میں آیا ہوں' بمشکل ایک آدھ بار ہماری ملاقات ہوئی ہوگی' وہ بھی ایک گھر میں رہتے ہوئے اور جہاں تک بات کرنے کی بات ہے تو میں نے اگر تم سے بات کی تو کبھی تم نے بھی مجھ سے بات نہیں کی۔"

اس کے اس قدر شکوے اسوہ کے لیے بہت حیران کن تھے۔

"میرا نہیں خیال مہران بھائی! میرے بولنے یا نہ بولنے سے آپ کو کوئی فرق پڑتا ہے اور یہ بات اب سے نہیں بہت پہلے سے ہے۔ میری کبھی بھی آپ سے اتنی دوستی نہیں رہی کہ میں آپ سے فضول باتیں کرتی رہوں' لہٰذا ایسی باتیں سوچ کر اپنے دماغ کو تکلیف نہ دیں۔"

www.pkdigest.com

یہ کہہ کر اس نے منہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا جبکہ مہران نے بھی گہرا سانس لے کر منہ کھڑکی کی طرف کر لیا۔ اس کے بعد مہران نے دوبارہ کوئی بات نہیں کی۔

☼ ☼ ☼

وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو سعدیہ اور عدیل، ریحانہ کو گھیرے بیٹھے تھے، وہ سلام کرتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ جواب دینے والوں میں سب سے نمایاں آواز عدیل کی تھی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھ کر سعدیہ پانی لینے چلی گئی تھی۔ سعدیہ کے اٹھتے ہی اس نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگالی۔

"کیا بات ہے بھائی! آپ پیدل آئے ہیں؟"

"نہیں تو کیوں؟" اس نے کچھ حیرانی سے عدیل کو دیکھا۔

"کیونکہ جس طرح آپ نڈھال بیٹھے ہیں، میں سمجھا آپ گاڑی کو دھکا دے کر لائے ہیں۔" وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ سعدیہ سے پانی کا گلاس لے کر وہ ریحانہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"امی! ابو نظر نہیں آ رہے اور چچی، اسوہ۔"

"تمہارے ابو مسجد گئے ہیں اور تمہاری چچی اور اسوہ اپنے کمرے میں ہیں۔"

"اچھا بھائی یہ چھوڑیں، یہ دیکھیں امی نے آپ کے لیے کیا در نایاب لڑکیاں ڈھونڈی ہیں۔ ان میں سے آپ اپنے لیے کوئی لڑکی پسند کر لیں، جو باقی رہ جائیں گی، ان میں سے میں اپنے لیے کوئی پسند کر لوں گا۔"

اس نے کچھ تصویریں مہران کی طرف بڑھائیں وہ جو خاموشی سے عدیل کی بات سن رہا تھا، انہی خاموش نظروں سے ماں کا مسکراتا چہرہ دیکھنے لگا، تب ہی سعدیہ اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔

"لائیں بھائی! میں آپ کی مدد کرتی ہوں۔ یہ تو نیلی آنکھوں والی ہے، دیکھیں کتنی خوبصورت ہے۔"

سعدیہ نے بڑے اشتیاق سے تصویر اس کے آگے کی جس پر اس نے ایک نظر بھی نہیں ڈالی۔ سعدیہ سمیت ان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"مجھے ان میں سے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی۔" اس کی بات کے جواب میں ریحانہ اور سعدیہ دونوں اسے حیرت سے دیکھنے لگیں جبکہ عدیل نے مسکرا کر پانی کا گلاس اٹھا لیا۔

"لگتا ہے بھائی نے پہلے سے کوئی لڑکی پسند کر رکھی ہے۔" عدیل کی بات پر ایک پل کے لیے ریحانہ کا دل برا ہوا تھا لیکن پھر خود ہی دل کو تسلی دی۔

"زندگی تو اسے ہی گزارنی ہے۔ جس میں وہ خوش اس میں میں خوش۔" انہوں نے مسکرا کر مہران کو دیکھا۔

"پھر کس سے شادی کرنی ہے؟" وہ تینوں منتظر نظروں سے اسے تک رہے تھے جبکہ وہ سر جھکائے پتا نہیں کس سوچ میں گم تھا۔

"بولو مہران!" اس کی طویل خاموشی پر ریحانہ کو الجھن سی ہونے لگی تھی اور جب وہ بولا تو اس نے جیسے ان تینوں کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"میں اسوہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہا تم نے؟" ریحانہ نے ایسے پوچھا جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو لیکن اس بار بھی وہ خاموش رہا۔

"مجھے لگتا ہے تم اپنے حواسوں میں نہیں۔"

"ایسا کیا کہہ دیا میں نے جو آپ اتنا ناراض ہو رہی ہیں۔ آپ نے مجھ سے شادی کا پوچھا، میں نے آپ کو بتا دیا۔ میں اسوہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس میں غلط کیا ہے؟"

"غلط یہ ہے مہران! کہ آج سے تین سال پہلے یہی بات میں نے تم سے کی تھی، تب تم نے جو کہا تھا، تمہیں شاید بھول گیا ہے۔ تمہارے اس جواب کی وجہ سے تمہیں یاد ہونا چاہیے تم نے نہ صرف اپنے باپ کو ناراض کر دیا تھا بلکہ اسوہ اور اس کی ماں کو بھی۔ اب جبکہ اتنی مشکل سے سب صحیح ہوا ہے تم پھر وہی گڑے مردے اکھاڑ رہے ہو۔"

ان کے اشتعال بھرے لہجے کو اس نے آرام سے سنا تھا۔

"میں کچھ بھی نہیں بھولا، میں جو چاہتا ہوں، میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ ابو اور چچی سے بات کریں۔" اپنی بات اطمینان سے پوری کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔

"مہران۔۔۔ مہران۔۔۔" اس کے جاتے ہی ریحانہ جیسے ہوش میں آ کر اسے آوازیں دینے لگیں۔

"امی! پلیز آپ تو خود کو ٹھنڈا رکھیں۔" عدیل نے ان کے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر انہیں مزید غصہ کرنے سے روکا تھا۔

"دیکھ رہے ہو عدیل اسے، پاگل ہو گیا ہے۔ تمہارے باپ نے سنا تو میرا سر پھاڑ دے گا اور شگفتہ۔۔۔ اس سے میں کس منہ سے بات کروں اور اسوہ۔"

اس کا نام لیتے ہی اپنا سابقہ رویہ یاد آتے پر وہ ایک دم خاموش ہو گئیں۔ عدیل نے انہیں دیکھ کر سعدیہ کو دیکھا جو سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔

"سعدیہ۔۔۔" عدیل کے پکارنے پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"اسوہ نہیں مانے گی۔" اس کا لہجہ قطعی مایوسی لیے ہوئے تھا۔

☼ ☼ ☼

یہ تیسری دفعہ تھا جب اس نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر شگفتہ کو دیکھا تھا جو پچھلے پانچ منٹ سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھیں۔ اب کی بار وہ ریموٹ صوفے پر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"امی!" اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا بات ہے امی!" اس کے پوچھنے پر انہوں نے جواب دینے کے بجائے سر جھکا لیا۔

"آپ تایا جی کی طرف گئی تھیں، وہاں سب ٹھیک ہے؟" وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بھابھی نے بلایا تھا۔"

"تو۔۔۔ امی پلیز بتائیں، مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔" آپ بے حد سنجیدگی سے بولی تو انہوں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بھابھی نے مجھے مہران کی شادی کی بات کرنے کے لیے بلایا تھا۔" ان کی بات سن کر اس نے ایسے سر جھٹکا جیسے اس کے نزدیک یہ بات بالکل فضول ہو۔

"مہران نے ایک لڑکی بھی پسند کر لی ہے۔"

"تو آپ اس وجہ سے پریشان ہیں؟" وہ ان کی پریشانی سمجھ کر مسکرائی تو وہ نفی میں سر ہلانے لگیں۔

"جانتی ہو وہ لڑکی کون ہے؟"

"ہو گی کوئی۔" وہ بے نیازی سے بولی تو شگفتہ نے دل کڑا کر کے اسے بتانے کا ارادہ کر ہی لیا۔

"وہ لڑکی تم ہو۔" اور اس کی بے نیازی کو ہوا ہونے میں ایک پل لگا تھا۔ وہ فکر سے ان کی شکل دیکھنے لگی۔ ان کا خیال تھا وہ چیخے گی، غصہ کرے گی لیکن جب وہ بولی تو ان کی توقع کے بالکل برعکس۔

"آپ نے کیا کہا؟"

"میں۔۔۔" وہ گڑبڑا گئیں۔ "میں نے کہا کہ میں تم سے پوچھ لوں۔"

اسوہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"میرا جواب آپ جانتی ہیں۔"

"اسوہ بیٹا۔۔۔!"

"امی پلیز! کوئی دلیل، کوئی صفائی مجھے کچھ نہیں سننا اور نہ ہی سمجھنا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے آپ سب نے میرے لیے ایک فیصلہ کیا تھا، آپ کی رضامندی میں اپنی رضامندی شامل کر کے بہت ذلیل ہوئی تھی میں لیکن اب کے بار ایسا نہیں ہو گا اور دوسری بات، مجھے کس سے شادی کرنی ہے، میں نے سوچ لیا ہے۔ اس کا نام عاشر ہے، میرا کلاس میٹ ہے، کچھ دنوں تک اس کی مدر آئیں گی، آپ انہیں ہاں کہہ دیں اور مزید اس موضوع پر بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

وہ کہہ کر چلی گئی جبکہ وہ وہیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں۔ "لیکن یہ عاشر کون ہے، اسوہ نے پہلے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔" وہ سب بھول کر عاشر کے بارے

www.pkdigest.com

میں سوچنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں چھ نفوس موجود تھے لیکن کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی چھائی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی سوچوں میں گم ایک دوسرے سے نظریں چرائے بیٹھے تھے۔ ریحانہ نے ڈرتے ڈرتے امین صاحب کی طرف دیکھا جو گہری سوچ میں گم تھے۔ ریحانہ کو ان کی خاموشی سے الجھن ہونے لگی تھی۔

وہ چاہتی تھیں جو ان کے دل میں ہے' وہ کہہ دیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے انہوں نے مہران کی بات ان کے سامنے رکھی تھی۔ انہیں لگا وہ بہت ناراض ہوں گے' اس لیے انہوں نے شگفتہ کو بھی بلا لیا تھا لیکن ان کی بات سن کر وہ بالکل خاموش ہو گئے تھے اور وہ ان کی خاموشی کو سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے انہوں نے عدیل کو بھیج کر مہران کو بھی بلوا لیا تھا اور اب وہ منتظر نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ماحول کے سکوت کو امین صاحب کی آواز نے توڑا تھا۔

"میں نہیں جانتا تمہارے بیٹے کے دماغ میں کیا چل رہا ہے جو اس نے یہ بات کی۔"

ان کی نظریں ریحانہ پر تھیں۔ "تمہارا بیٹا" کہنے پر انہیں غصہ تو بہت آیا لیکن وہ خاموشی سے اسے پی گئیں لیکن مہران کو غصیلی نظروں سے دیکھنا نہیں بھولیں جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔

"جب ہم سب کی خواہش تھی تو جناب کے مزاج نہیں مل رہے تھے اور اب۔۔۔" انہوں نے ایک دم بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھا۔ "کیوں اب کیا کیڑا سمایا ہے تمہارے دماغ میں۔"

"ابو جی! میں نے کیا غلط بات کر دی جو سب ناراض ہو رہے ہیں۔ پہلے آپ نے کہا تھا' اب میں کہہ رہا ہوں۔ فرق کیا ہے؟"

"تمہارے نزدیک بات ہی کوئی نہیں۔" وہ یکدم مشتعل ہوئے۔

"بہرحال' اب اسوہ کی شادی کس سے ہوگی' اس کا فیصلہ خود اسوہ کرے گی۔ ہم پہلے ہی اس بچی کے ساتھ کافی زیادتی کر چکے ہیں۔"

"شگفتہ بھابھی! آ۔۔۔" وہ جو سر جھکائے ان کی بات سن رہی تھیں' چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"آپ اسوہ سے پوچھیں' اس کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔"

"بھائی جی!" وہ کچھ کہتے ہوئے جھجک گئیں تو سب انہیں دیکھنے لگے۔

"وہ دراصل میں نے اسوہ سے پوچھا تھا' وہ اپنے کلاس فیلو عاشر سے شادی کرنا چاہتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھیں۔ مہران کے چہرے پر تاریک سایہ ایک لمحے کے لیے چھایا تھا۔ جبکہ عدیل کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ ریحانہ کے چہرے پر اطمینان دکھائی دینے لگا جیسے کوئی خطرہ ٹلا ہو جبکہ امین صاحب نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

☼ ☼ ☼

وہ دونوں ہاتھوں میں سر دیے پریشان بیٹھا تھا۔ سب کچھ جتنا آسان تھا لیکن اس نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اس نے بے چینی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا' تب ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ دروازے میں کھڑی اسوہ کو دیکھ کر وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔

"آپ۔۔۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی شادی کی بات کرنے کی۔" غصے کے مارے اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ مہران دو قدم چل کر آگے آیا تھا۔

"کول ڈاؤن اسوہ! اندر آ کر آرام سے بات کرو۔" اس کے برعکس وہ بہت اطمینان سے گویا ہوا تھا۔

"نہ مجھے اندر آنا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی بات کرنی ہے۔ بس مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔" وہ اپنی جگہ پر ڈٹی رہی تو مہران نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام کر اسے اندر کھینچا اور دروازہ بند کر دیا۔ ایک پل کے لیے وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی' وہ ہاتھ چھوڑ کر خود دروازے کے آگے پھیل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں' اب بتاؤ' تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟"

"کیوں' آپ کو نہیں پتا۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"نہیں' مجھے نہیں پتا۔ تم بتاؤ۔"

"مجھے آپ بالکل اچھے نہیں لگتے۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی تو مہران کے ہونٹ بے ساختہ مسکرا اٹھے۔

"یہ کوئی خاص وجہ نہیں شادی نہ کرنے کے لیے' مجھے یقین ہے شادی کے بعد تم ہی سب سے کہو گی۔ مہران بہت اچھے ہیں۔"

"اُف۔" وہ ایک دم چیخی تھی۔ "یہاں کیا مذاق ہو رہا ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے' میں سب بھول گئی ہوں جو آپ نے مجھ سے کہا تھا۔ آپ بھول گئے ہوں گے لیکن مجھے لفظ بہ لفظ یاد ہے۔ آپ نے ہی کہا تھا' اگر میں دنیا کی آخری لڑکی ہوتی تو بھی آپ مجھ سے شادی نہ کرتے' دنیا جہاں کی خرابیاں مجھ میں نظر آئی تھیں آپ کو۔ میں پوچھتی ہوں آج کون سے سرخاب کے پر لگ آئے ہیں میرے۔ میں آج بھی وہی اسوہ ہوں [illegible] کر کے [illegible] میں آپ کی آئیڈیل نہیں تھی تو پھر۔" غصے سے بولتے بولتے آخر میں اس کا لہجہ رندھ گیا تو خود ہی چپ ہو گئی۔

"آئی ایم سوری اسوہ! میں نے تمہیں ہرٹ کیا۔ میں خود بہت شرمندہ ہوں۔ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' مجھ سے بھی ہوئی ہے۔ کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں۔"

وہ اس کے قریب آیا تو وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔

"نہیں' بالکل نہیں۔ میں اپنی بے عزتی نہیں بھول سکتی اور نہ آپ کو معاف کر سکتی ہوں۔ اس طرح کی بات کر کے آپ پتا نہیں کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن میں اس ڈرامے کا مزید حصہ نہیں بن سکتی اور آپ بھی یہ خیال دل سے نکال دیں کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔"

اب کے بار اس کا لہجہ جتاتا ہوا تھا۔ یہ کہہ کر وہ رکی نہیں تھی' اس کے پہلو سے نکلتے ہوئے اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ سامنے کھڑے عدیل کو دیکھ کر ایک لمحے کو سٹپٹائی تھی لیکن پھر کچھ کہے بغیر تیزی سے وہاں سے چلی آئی۔

"عدیل!" وہ سوچتی نظروں سے جاتی اسوہ کو دیکھ رہا تھا' جب مہران کے پکارنے پر اندر آ گیا۔

"خیریت ہے؟"

مہران نے غور سے اس کی شکل دیکھ کر اندازہ کرنا چاہا کہ وہ اس کی اور اسوہ کی باتیں سن چکا ہے یا نہیں لیکن وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا کہ وہ کوئی اندازہ نہیں کر سکا۔

"بھائی! میں آپ سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔"

"ہاں بولو۔" مہران اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گیا۔

"آپ اسوہ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"عدیل! تم بھی۔۔" مہران کے لہجے میں افسوس اور حیرانی دونوں ہی تھے۔

"جی بھائی! یہ سوال صرف میرے ہی نہیں' سب کے ذہنوں میں ہے۔ ایک وقت تھا ہم سب کی یہی خواہش تھی' حتیٰ کہ اسوہ کی بھی لیکن تب آپ نہیں مانے تھے۔ آج جب سب پچھلی بات کو بھول چکے ہیں تو آپ نے پھر وہی بات چھیڑ دی۔" عدیل کا لہجہ کافی جھنجلایا ہوا تھا۔

"آخر میں نے ایسا کیا غلط کہہ دیا جو ہر کوئی مجھے ہی مجرم ٹھہرا رہا ہے۔"

"بھائی! بات یہ نہیں کہ آپ کی خواہش اصولی ہے' بات یہ ہے کہ وقت صحیح نہیں۔ آخر آپ نے پہلے منع کیوں کیا تھا اور اب آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟" عدیل کے سوال پر کچھ دیر کے لیے وہ بالکل خاموش رہ گیا تھا پھر گہرا سانس لے کر بولا۔

"اگر میں تم سے ایک بات کہوں تو تم یقین کرو گے؟"

عدیل نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کی نظریں کہہ رہی تھیں کہ وہ یقین کرے گا۔

"میں اسوہ سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

www.pkdigest.com

"جی۔" عدیل حیرت سے بولا۔

"ہاں کیونکہ جو میں اس کے لیے محسوس کر رہا ہوں' اسے میں محبت ہی کہوں گا۔ اسے پہلی نظر کی محبت نہیں کہہ سکتے کیونکہ بچپن سے اسے جانتا ہوں اور بچپن میں تو وہ مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔ میں ابو کا بڑا لاڈلا ہوا کرتا تھا' ابو کو کیا سب کا' پھر اسوہ آگئی۔ ابو مجھ سے زیادہ اسے اہمیت دینے لگے' مجھے یہ بہت برا لگتا تھا اور اس وجہ سے مجھے اسوہ اور بھی بری لگتی' جب وہ روتی یا ضد کرتی تو میں اسے ڈانٹا کرتا تھا۔"

کہہ کر وہ خود ہی ہنسا۔

"مجھے وہ بہت خود غرض اور لاپروا لگا کرتی تھی جسے ابو کے پیار نے بگاڑ دیا تھا پھر اچانک جب میں اپنے فیوچر کے حوالے سے کافی پریشان تھا تب ابو کی ڈیمانڈ۔ میرے لیے اچانک جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی مفقود ہو گئی تھی جو میرے منہ میں آیا میں بولتا چلا گیا لیکن یقین کرو عدیل! میں نے کچھ بھی دل سے نہیں کہا تھا اور جو بھی میں نے غصے میں اسوہ سے کہا تھا میں اس پر آج تک شرمندہ ہوں کیونکہ میرے کہے الفاظ میری خواہشوں کے راستے میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔ جب میں امریکہ میں تھا اور ابو مجھ سے ناراض تھے تو مجھے ان سے نافرمانی کا احساس ستاتا تھا۔ مجھے یہ احساس نہیں ہوا' میں نے اسوہ کا دل توڑا ہے۔ جب میں پاکستان آیا تو تم نے بتایا۔ اس کے کہنے پر ابو نے مجھے معاف کیا ہے۔ پتا نہیں میرے دل کو کیا ہوا' وہ ایک دم اسوہ کے نام پر دھڑکا تھا' اس کی بہت بڑی خوبی میرے سامنے آئی تھی۔ میں جو اسے لاپروا اور خود غرض سمجھتا تھا' وہ سب غلط ثابت ہوا۔ اگر وہ خود غرض اور لاپروا ہوتی تو کیوں میری ماں کے' میرے باپ' بہن بھائی کے درد کو سمجھتی۔ اس نے کچھ تو محسوس کیا تھا جو ابو سے یہ کہا تھا اور پھر جب میں گھر پہنچا اور اسوہ کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ پہلے کبھی غور ہی نہیں کیا کہ وہ خوبصورت بھی ہے۔"

اب کی بار عدیل مسکرایا تھا۔

"پر وہ مجھ سے کھنچی کھنچی تھی' میں نے سوچا۔ غلطی بھی میری ہے' تلافی بھی مجھے ہی کرنی ہوگی۔ شادی ہو گئی تو سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن وہ تو مجھ سے بہت ناراض ہے۔"

آخر میں وہ افسردگی سے مسکرایا تو عدیل اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

"اگر آپ اسوہ سے محبت کرتے ہیں تو آپ کو اسے بتانا چاہیے تھا۔"

"کیسے بتاتا' ابھی آئی تھی' اتنے غصے میں تھی' اگر میں اس سے کہہ بھی دیتا تو اس نے یقین نہیں کرنا تھا اور پھر یہ عاشر۔ پتا نہیں کون ہے' اگر وہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے تو میں کیسے اسے روکوں جبکہ ابو بھی اس کا ساتھ دیں گے۔"

"عاشر کی فکر نہ کریں' آپ بس ابو کو منانے کی کوشش کریں۔"

"ابو بھی مان جائیں گے اگر اسوہ مان جائے تو....!"

"ہوں۔" عدیل نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا پھر مہران کی شکل دیکھ کر مسکرایا۔

"آپ فکر نہ کریں' اسوہ کی شادی آپ سے ہی ہوگی۔" عدیل کے پر یقین انداز پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

☆ ☆ ☆

جب سے اس نے امی سے عاشر کی بات کی تھی تب سے وہ اس سے ناراض تھیں۔ مہران کو کھری کھری سنانے کے بعد جب اس نے دروازے پر عدیل کو دیکھا تھا' پتا نہیں اس نے کچھ سنا تھا یا نہیں لیکن وہ تب سے اس سے گریزاں تھی۔

تائی جی نے اس بات پر کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا' البتہ سعدیہ اس سے سخت ناراض تھی۔ صرف تایا جی تھے جو اس سے ٹھیک طرح سے بات کر رہے تھے۔ وہ خود بھی کسی سے بات نہیں کر رہی تھی لیکن سب کی ناراضی دل پر بوجھ بن گئی تھی۔ اب بھی وہ صبح سے کمرے میں اکیلی تھی اور سوچ سوچ کر سر الگ درد سے پھٹ رہا تھا۔ تنگ آکر وہ اٹھ بیٹھی۔ کچن میں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر چولہے کے قریب کھڑی سعدیہ پر پڑی۔ آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور اس پر نظر پڑتے ہی اس نے دوبارہ منہ موڑ لیا۔ اس کی اس حرکت پر وہ بڑے دل سے اندر آگئی۔

اس کے قریب جاتے ہی سعدیہ پلٹی تو اسوہ نے تیزی سے اس کا بازو تھاما۔

"تم مجھ سے ناراض کیوں ہو؟"

سعدیہ نے غصے سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تمہیں نہیں معلوم؟"

"میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔" سعدیہ نے ہونٹ بھینچ کر گہرا سانس لیا۔

"اتنے لوگوں کو ناراض کر کے تمہیں کیا خوشی ملے گی؟"

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" اسوہ کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا دکھ تھا۔ "باقیوں کا مجھے پتا نہیں لیکن تم نے تو سب سنا تھا' کتنی بے عزتی کی تھی انہوں نے میری۔ انکار کرنا تھا تو آرام سے بھی ہو سکتا تھا۔ میری ذات کی دھجیاں اڑانا ضروری تھا.... لیکن افسوس۔" اس نے سر جھٹکا۔ "تم نے بھی ثابت کر دیا کہ میں ہی غیر ہوں' تم نے بھی اپنے بھائی کا ساتھ دیا۔"

"نہیں اسوہ! تمہیں ہمیشہ یہی پرابلم رہتی ہے' میں غیر تم سگے۔ ہم نے کبھی تم میں اور خود میں فرق نہیں کیا۔ جب مجھے لگا بھائی کی غلطی ہے' ہم نے بھائی کو غلط کہا تھا' ان سے ناراض ہو گئے تھے لیکن اب تم غلط ہو' بھائی اب خود اپنے منہ سے تم سے شادی کی بات کر رہے ہیں' انہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔"

اب کی بار اسوہ نے کچھ کہے بغیر سر جھکا لیا' اس کے سرخ چہرے سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ سعدیہ نے بے اختیار اس کا چہرہ اونچا کیا تو ایک کے بعد ایک آنسو اس کی آنکھوں سے گرا تھا۔

"پاگل ہو تم اسوہ! رو کیوں رہی ہو؟ میں کیا بلکہ کوئی بھی تم سے ناراض نہیں۔ ہمیں جتنے بھائی عزیز ہیں' اتنی تم بھی۔ ہم سب بس یہ چاہتے ہیں تم دونوں خوش رہو اور ہم یہ بھی جانتے ہیں تم دونوں ایک ساتھ خوش رہو گے۔ آگے تمہاری مرضی۔"

وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر باہر چلی گئی۔

وہ کتنی دیر تک یونہی کھڑی رہی' وہ چائے بنانے کچن میں آئی تھی لیکن ایک دم چائے کی طلب بھی ختم ہو گئی۔ وہ ابھی لاؤنج کے دروازے تک پہنچی تھی کہ اندر داخل ہوتے عدیل کو دیکھ کر وہ ایک پل کے لیے رکی' اس سے پہلے وہ آگے نکلتی' عدیل نے اسے روک لیا۔

"اسوہ!"

"پلیز عدیل! اب تم کوئی نصیحت مت کرنا۔"

"میں کوئی نصیحت نہیں کر رہا' میں تمہیں صرف سچ بتانا چاہتا ہوں۔ بھائی بدل چکے ہیں' جو کچھ انہوں نے کہا تھا' وہ اس پر شرمندہ ہیں۔"

"کیا فرق پڑتا ہے عدیل! وہ وقت دوبارہ نہیں آسکتا اور پھر وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں' میں نہیں۔"

"اور تم عاشر سے شادی کرنا چاہتی ہو۔" اب کے عدیل نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا تھا۔ "تم جانتی ہو اس کی اصلیت کیا ہے؟"

اسوہ کچھ کہنے کے بجائے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"وہ ایک نمبر کا فلرٹ ہے۔ لڑکیوں سے دوستیاں کرنا اور ان کی زندگی تباہ کر کے چھوڑ دینا اس کی ہابی ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے عدیل! صرف اپنے بھائی کی خواہش پوری کرنے کے لیے تم کسی کے کردار پر اتنا گھٹیا الزام بھی لگا سکتے ہو۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہیں اسوہ! تم بے شک بھائی سے شادی نہ کرو لیکن اس عاشر سے دور رہو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں' میں اس کو پچھلے تین سالوں سے جانتا ہوں' وہ میرے دوست۔"

"اُف۔ عدیل! میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ بے رخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیزی سے پلٹی تھی جبکہ وہ غصے سے ہونٹ بھینچے اس کی پشت کو گھورتا رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

www.urdigest.com

وہ آئینے کے سامنے کھڑی بال سلجھا رہی تھی جب دروازہ جھٹکے سے کھلا۔ وہ تیزی سے پلٹی۔ دروازے میں غصے سے سرخ چہرہ لیے سعدیہ کھڑی تھی۔

"تمہارے مہمان آئے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر پلٹ گئی تو اس نے گہرا سانس لیا۔ کل اس نے عدیل سے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کی باتیں سارا وقت اس کے دماغ میں گونجتی رہیں۔

بات اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ عاشر کا رشتہ بھیجنا بہت ضروری ہو گیا تھا' رات کو اس نے عاشر کو فون کر کے فائنل بتانے کو کہا تھا اور آج اس نے اپنے گھر والوں کو بھیج دیا تھا۔ عدیل کی بات غلط ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود دل میں اطمینان کی جگہ پریشانی ہی پریشانی تھی۔

اس نے ایک تنقیدی نظر اپنے سراپے پر ڈالی اور باہر نکل آئی۔ لاؤنج میں اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف آئی' جہاں باہر پڑی کرسیوں میں سے ایک پر عدیل بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں تو ہاتھ میں پکڑے میگزین پر تھیں لیکن کان کمرے کے اندر موجود افراد کی گفتگو پر تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔ کمرے میں تایا جی' تائی جی' امی کے علاوہ ایک کرخت نقوش والی عورت' جو یقیناً عاشر کی والدہ تھیں اور ایک لڑکی جو ڈیل ڈول سے عورت معلوم ہو رہی تھی۔ یقیناً اس کی بہن تھی' وہ انہیں سلام کر کے تایا جی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

اس کے سلام کا جواب ان دونوں میں سے کسی نے نہیں دیا تھا۔

"اچھا تو یہ ہے اسوہ!" بڑے حقارت آمیز انداز میں پتا نہیں پوچھا گیا تھا یا جتایا گیا تھا۔ اسوہ نے کچھ حیرانی اور کچھ پریشانی سے سامنے دیکھا۔

"آج کل کی لڑکیوں میں جیسے شرم رہی ہی نہیں۔ یونیورسٹی پڑھنے جاتی ہیں یا شریف لڑکوں کو پھانسنے اور ماں باپ اپنی بچیوں کو روکتے نہیں۔"

"محترمہ! آپ ہوش میں ہیں' کیا اول فول بک رہی ہیں۔"

اسوہ نے اپنے دائیں طرف بیٹھے امین صاحب کی پررعب آواز سنی جبکہ وہ کانپتے دل اور جسم کے ساتھ ابھی تک حیران تھی۔

"میں اول فول بک رہی ہوں' جو سچ بولے' وہ اول فول ہوتا ہے۔ یہ کہیں نہ کہ آپ نے اپنی بیٹی کی تربیت اچھی نہیں کی۔ میرا شریف' سیدھا سادا بچہ۔ ہم نے تو بچپن سے اس کی منگنی کر رکھی ہے' وہ خوش بھی ہے لیکن یہ آپ کی بیٹی اس کے پیچھے پڑ گئی کہ ماں کو بھیجو نا! میں پوچھتی ہوں' آپ کی بیٹی کے لیے لڑکے ختم ہو گئے ہیں۔"

"بس بی بی! تم بہت بول چکیں' اگر تم عورت نہ ہوتی تو اٹھا کر تمہیں باہر پھینکتا۔ تم یہاں آئیں' تم نے کہا' تم اسوہ سے ملنا چاہتی ہو' ہم نے تمہیں بٹھایا۔ ہمیں پتا ہوتا تم رشتہ لینے آئی ہو ہم تمہیں باہر سے ہی فارغ کر دیتے کیونکہ اسوہ کی منگنی ہمارے بیٹے سے ہو چکی ہے اور کچھ دنوں تک ان کی شادی ہے۔ ابھی کچھ اور سننا ہے یا۔۔۔"

امین صاحب نے بات ادھوری چھوڑ کر انہیں دیکھا جو حیرت سے منہ کھولے ان کی بات سن رہی تھیں۔ وہ جھٹکے سے اٹھیں' تب ہی عدیل اندر داخل ہوا۔

"ایک بات اور آنٹی جی!" اس نے آنٹی جی پر زور دے کر کہا۔ "آپ کا بیٹا جتنا شریف اور سیدھا سادا ہے' میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ بیسیوں لڑکیوں کے ساتھ اس کے افیئرز چل رہے ہیں۔ جب آپ کے بیٹے کی منگنی ہو چکی ہے تو آپ کے بیٹے نے آپ کو یہاں کیوں بھیجا؟ اسوہ نے اس سے زبردستی تو نہیں کی تھی۔ اس نے آپ کے ساتھ زبردستی کی ہوگی' لہٰذا آپ اپنے شریف بیٹے کو کنٹرول کریں تاکہ وہ دوسروں کے گھر جا کر ان کی بیٹیوں پر تہمت لگائیں۔ آیا سمجھ میں۔"

"ہونہہ۔" وہ دونوں ماں بیٹیاں سر جھٹکتی ہوئی باہر نکل گئیں جبکہ اسوہ کا دل چاہ رہا تھا' زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں گرا بلکہ اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ اتنی بے عزتی' اتنی ذلت وہ منتظر تھی طعنوں کے لیے' ڈانٹ پھٹکار کے لیے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا' کسی نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ حتیٰ کہ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

ایک ایک کر کے کتنی باتیں اس کے ذہن میں گھومنے لگیں۔ عاشر کا کردار اس کے سامنے تھا پھر وہ کیسے اگنور کر گئی۔ عدیل نے اسے اتنے واضح لفظوں میں بتایا تھا لیکن اس نے اس کی بھی نہیں سنی تھی۔ سب کو اس نے ناراض کیا تھا' صرف عاشر کی وجہ سے۔

"میں نے کیا' میں نے ایسا کیوں؟"

وہ ایک دم دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی اور پھر وہ اتنا روئی کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ فون بیل کی ٹون پر اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا۔ اسکرین پر نظر آنے والا نام عاشر کا تھا۔ وہ کچھ دیر بے حس نظروں سے اسکرین کو دیکھتی رہی اور اگلے ہی پل اس نے موبائل ہوا اور پرے اچھال دیا۔

شام سے رات ہوگئی تھی اور وہ بھی رو رو کر تھک چکی تھی۔ کوئی اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔ شاید وہ چاہتے تھے کہ وہ رو کر اپنا غبار نکال لے اور وہ خود بھی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ واش روم سے منہ دھو کر نکلی تو تایا جی پہلے سے کمرے میں موجود تھے اور وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ اتنا رو چکی ہے کہ آنسو ختم ہو چکے ہیں لیکن ان کو دیکھتے ہی آنکھیں یکدم جھلمل ہو گئی تھیں۔ وہ آنکھیں جھپکتی ہوئی ان کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کچھ کہے بغیر اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

اس کے رونے پر وہ کچھ کہے بغیر اس کا سر تھپکتے رہے لیکن جب وہ مسلسل روتی رہی تو انہیں بولنا پڑا۔

"بس بیٹا! اب تم بالکل نہیں روؤ گی جو ہوا اسے بھول جاؤ' نہ تم یاد کرو گی نہ گھر میں کوئی اسے دہرائے گا۔ اسے برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ شاباش۔"

انہوں نے اس کا چہرہ اونچا کر کے اس کے آنسو صاف کیے۔

"تایا جی!" اس نے بڑی مشکل سے یہ دو الفاظ ادا کیے تھے' وہ ان سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن آنسوؤں نے الفاظ کا رستہ ہی روک لیا تھا لیکن وہ جیسے اس کے دل کی بات سمجھ گئے تھے۔

"بیٹا! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں' میں سب جانتا ہوں۔ بس تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں' تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں اور نہ کوئی دباؤ ہے۔ ہم چاہتے ہیں تمہاری شادی مہران سے ہو جائے' یہ ہماری کل بھی خواہش تھی اور آج بھی ہے۔ میں تم دونوں کی خوشی چاہتا ہوں' مہران کی خوشی تم میں ہے اور اگر تم اپنی خوشی سے مہران کو اپناتی ہو تو ہم سب کی خوشی بھی اس میں شامل ہوگی لیکن اگر تم مہران کے ساتھ خوش نہیں تو کوئی بات نہیں۔ کوئی بھی تم سے ناراض نہیں ہوگا۔" وہ اس کا سر تھپتھپا کر کھڑے ہو گئے۔

"تمہیں فیصلہ کرنے کے لیے وقت چاہیے یا تم فیصلہ کر چکی ہو؟"

"نہیں تایا جی! مجھے نہیں لگتا میں کوئی فیصلہ کر سکتی ہوں۔ آپ کو جو بہتر لگتا ہے وہ مجھے منظور ہے۔"

"مجھے تمہارے لیے مہران صحیح لگتا ہے' میں نہیں چاہتا کل کو کوئی اور بات ہو' اس لیے میں جلد از جلد تم لوگوں کی شادی کر دوں گا۔ تم بس بے فکر ہو جاؤ۔"

وہ اسے تسلی دے کر باہر نکل گئے جبکہ وہ رونا بھول کر اپنے آنے والے کل کے بارے میں سوچنے لگی۔

☼ ☼ ☼

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں' سب بہت خوش تھے۔ کسی کے چہرے پر کسی بھی پرانی بات کی تلخی نہیں تھی' صرف ایک وہی تھی جو پریشان تھی۔ پریشانی یہ نہیں تھی کہ اس کی شادی مہران سے ہو رہی تھی بلکہ پریشانی یہ تھی کہ جب سے شادی کی بات شروع ہوئی تھی' تب سے ایک بار بھی اس کا اور مہران کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ

www.pkdigest.com

اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ پہلے کی بات کچھ اور تھی لیکن اب اسے مہران کی سوچ کی فکر ہونے لگی تھی۔

اسے کبھی بھی عاشر سے محبت نہیں تھی' وہ صرف ایک ضد تھی جو صرف مہران کو تکلیف دینے کے لیے تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ اس کو تکلیف دینے کے چکر میں وہ خود بہت بڑی تکلیف میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ برباد ہونے سے بچ گئی تھی۔ سب اس کی ماں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جو ہوا وہ گزر گیا لیکن اسے آنے والے وقت کی فکر تھی۔ آخر کیا بات ہے جو مہران نے دوبارہ اس سے بات نہیں کی' آخر اسے کچھ تو پوچھنا چاہیے تھا' وہ اپنی سوچوں میں الجھی تھی' جب سعدیہ اندر داخل ہوئی۔

"اوہ دلہن بیگم! تم ابھی تک یونہی بیٹھی ہو۔" اس نے ایک دم چونک کر سامنے دیکھا اور گہرا سانس لے کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"کیا ہوا' یہ حلیہ کیا بنایا ہوا ہے۔ کس اینگل سے لگتا ہے کہ کچھ دنوں تک تمہاری شادی ہے۔ بیوٹی پارلر سے ٹائم لیا ہوا ہے' لہنگے کا آرڈر دیا تھا' وہ لینا ہے اور بہت سے کام ہیں۔ شادی تمہاری اور بھائی کی ہے لیکن گھن چکر میں اور عدیل بنے ہوئے ہیں۔ تم دونوں تو لگتا ہے ابھی سے مایوں بیٹھ گئے ہو۔ لو کپڑے پہنو' عدیل ہمارا انتظار کر رہا ہے۔" اس کا سوٹ اس کے سامنے رکھ کر اس کا چہرہ دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا۔ وہ حیران ہوتی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی وہ رونے لگی۔

"اسوہ! کیا بات ہے' اس طرح کیوں رو رہی ہو؟" اس کے مسلسل پوچھنے پر بھی وہ یونہی روتی رہی تو اس کی حیرت پریشانی میں بدل گئی' تب ہی دستک دے کر عدیل اندر داخل ہوا۔

"لڑکیو! کتنی سست ہو تم دونوں' میں کب سے۔" وہ جو بولتا ہوا اندر داخل ہوا تھا' اندر کا سین دیکھ کر چپ رہ گیا پھر آہستگی سے چلتا ہوا ان کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوا؟" اس نے سعدیہ سے پوچھا تو اس نے سر ہلا کر لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے اسوہ! کیا ابھی بھی کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے۔ تم شادی سے خوش نہیں۔ بولو اسوہ!" عدیل نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کا سر نفی میں ہلا جبکہ وہ دونوں اپنی جگہ ساکت رہ گئے۔

"تم خوش نہیں ہو؟" سعدیہ کے لہجے میں اندیشے تھے۔

"نہیں' یہ بات نہیں لیکن مجھے لگتا ہے تمہارے بھائی خوش نہیں۔"

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" سعدیہ نے ریلیکس ہو کر ہاتھ جھاڑے۔

"محترم تو خوشی کے مارے بھنگڑے ڈالتے پھر رہے ہیں' آپ کو کس دشمن نے کہہ دیا وہ خوش نہیں۔" عدیل زیر لب مسکراتے ہوئے آنکھوں میں شرارت لیے اسے دیکھنے لگا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو میں نے ان سے بدتمیزی کی تھی اور کہا تھا میں عاشر سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں تو یہی لگتا ہو گا کہ میں عاشر کو پسند کرتی تھی اور عاشر کی اصلیت جاننے کے بعد مجبوری میں ان سے شادی کر رہی ہوں' حالانکہ میں۔"

بات کرتے کرتے اچانک وہ چپ کر گئی۔ اس کے یوں خاموش ہو جانے پر عدیل اور سعدیہ نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔

"تم کیا کہہ رہی تھیں۔" سعدیہ نے اسے بولنے پر اکسایا تو اس نے جھجکتے ہوئے نظر سے اسے دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ مجبوری میں مجھ سے شادی کر رہے ہیں۔"

"اچھا وہ کیسے؟" اب کے عدیل نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اس لیے کہ اگر اب وہ ناں کریں گے تو تایا جی پھر ناراض ہو جائیں گے۔"

"سعدیہ! اس کو سمجھانا ہمارے بس کی بات نہیں' تم اسے باہر لے کر آجاؤ۔ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ اسے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"چلو اٹھو اسوہ! کپڑے چینج کر کے حلیہ ٹھیک کرو اور باہر آجاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ اسے مزید کوئی بات کرنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئی تو مجبورا" اسے بھی اٹھنا پڑا۔

وہ اپنے دھیان میں چلتی ہوئی گاڑی تک پہنچ گئی۔ جب وہ فرنٹ سیٹ تک پہنچی تو دروازہ کھل گیا' وہ کچھ چونک کر سیدھی ہوئی اور اندر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ ہو گئی۔

"عدیل! سعدیہ۔" اس کے خیال میں عدیل سعدیہ کو بھول گیا تھا لیکن وہاں عدیل کی جگہ مہران تھا۔ حیرت کے مارے وہ کتنی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ مہران نے سامنے سے نظر ہٹا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ نظریں ملتے ہی اس نے فورا" نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

"اتنی خود فراموشی اچھی نہیں ہوتی' اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو؟" مہران کے سوال پر وہ کچھ کہنے کے بجائے باہر دیکھنے لگی۔

"ابھی ہم لہنگا لینے جا رہے ہیں۔ سعدیہ کہہ رہی تھی لہنگا ہم دونوں کی مشترکہ پسند سے آنا چاہیے۔"

"سعدیہ نے کہا تو آپ کو خیال آیا' آپ کو خود نہیں پتا تھا۔"

"توبہ' اتنا غصہ۔ اسی غصے سے ڈر کے میں تمہارے سامنے نہیں آرہا تھا کیونکہ مجھے پتا تھا اگر میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو تمہیں پسند نہ آئی تو کوئی پتا نہیں پاس پڑی کوئی چیز اٹھا کر میرے سر پر دے مارو یا میری پوری بات سنے بغیر وہاں سے بھاگ جاؤ۔ اس لیے میں نے سوچا ہر بات کے لیے بہترین دن شادی کا ہے۔ کم از کم تم یہیں بھاگ کر تو نہیں جا سکو گی۔ لیکن عدیل اور سعدیہ نے بتایا' تم تو کافی سے زیادہ مجھ سے بدگمان ہو۔ کس بات سے پریشان ہو؟"

اسوہ نے پلکیں جھپک کر آنسوؤں کو باہر آنے سے روکا۔ مہران نے ایک نظر اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

"اسوہ! مجھے بتاؤ' کیا چیز تمہیں پریشان کر رہی ہے؟"

"میری اور آپ کی شادی ہو رہی ہے' کیا آپ خوش ہیں؟"

"کیا تم نہیں ہو؟"

"آپ بتائیں؟" اب کے اس نے اپنا رخ مہران کی طرف کر لیا۔

"میں بہت خوش ہوں۔" اس کے ان لفظوں میں پتا نہیں کیا تھا اس کا دل ایک دم ہلکا پھلکا ہو گیا۔

"میں نے اس دن آپ سے بدتمیزی کی تھی اور کہا تھا۔ میں عاشر سے شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں عاشر سے محبت کرتی تھی' یہ جو کچھ ہوا' یہ صرف اس چیز کا رد عمل تھا جو رویہ آپ نے میرے ساتھ اختیار کیا تھا۔ آپ کی باتوں سے میں بہت ہرٹ ہوئی تھی۔"

"میں اس چیز کے لیے تم سے معافی مانگ چکا ہوں اسوہ! اور ساری عمر اس کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔ یہ جو عاشر کا معاملہ تھا میں سمجھ گیا تھا اس میں کچھ دم نہیں اور میں نے نہ پہلے کبھی تم پر شک کیا تھا اور نہ آئندہ کبھی ایسا ہو گا۔ میں واقعی تم سے محبت کرتا ہوں اور وہ بھی دل سے' اس لیے سارے وہم دل سے نکال دو اور اپنی نئی زندگی کا آغاز اچھی سوچ کے ساتھ کرو اور اگر کبھی مجھ پر غصہ آئے تو تمہارا ساتھ دینے کے لیے گھر میں سب لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر غلطی تمہاری ہوگی' تب بھی سب یہی کہیں گے' اسوہ صحیح ہے اور میں بھی یہی کہوں گا۔"

وہ اس کی طرف جھک کر بولا تو ایک فخریہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی۔

"اور میں تم سے کتنی محبت کرنے لگا ہوں' یہ آنے والا وقت خود تمہیں بتا دے گا لیکن اگر تمہیں تسلی نہیں ہوئی تو میں کچھ کہوں؟"

اس کا لہجہ شرارت لیے ہوئے تھا۔

"نہیں' مجھے پتا چل گیا ہے۔" وہ شرم سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ بولی تو مہران نے قہقہہ لگاتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

☆